ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
2 تا 8 مئی 2002ء

☆ دینی جماعتوں اور علماء کرام کے کرنے کا اصل کام (۲) (اداریہ)

☆ یہود اور عالم عیسائیت کا باہمی تعلق (منبر و محراب)

☆ فیصلہ کا دن! (تجزیہ)

صراطِ مستقیم

انسانی زندگی سے متعلق جو اُمور جتنے اہم اور دُور رس نتائج کے حامل ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے انہیں سمجھانے کا اسی قدر زیادہ اہتمام فرمایا ہے۔ انسان کی اصلاح وفلاح کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ہر پہلو سے حجت تمام کر دی ہے تاکہ انسان کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ انسانی زندگی کے اہم ترین اُمور میں اٹکل کے گھوڑے دوڑانا بالکل ایسا ہی ہے کہ ایک شخص اندھیری رات میں اللہ کی بخشی ہوئی روشنی کو بجھا کر یعنی اپنی آنکھوں کو بند کر کے محض اندازے سے راستہ معلوم کرنے کی کوشش کرے۔

انسان کے لئے اس کی عاقبت کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے کسی پہلو کو بھی تشنہ یا مبہم نہیں رہنے دیا بلکہ ہر جہت سے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرما دی ہے تاکہ گمراہی کا اندیشہ ہی باقی نہ رہے۔ خالقِ کائنات نے آسمان وزمین میں قدم قدم پر نشاناتِ راہ گاڑ دیئے ہیں جو صراطِ مستقیم کی طرف انسان کی رہنمائی کرتے ہیں۔

انسان کو آنکھیں عطا فرما دی ہیں جو اِن نشاناتِ راہ کو دیکھ سکتی ہیں۔ اسے عقل دی گئی ہے تاکہ اُس سے فطرت کے اشارے سمجھے اور فائدہ اٹھائے۔ علاوہ ازیں انسان کی فطرت میں وہ تمام داعیات' محرکات ودیعت فرما دیئے ہیں جو صحیح سمت میں قدم بڑھانے' خطرات کا مقابلہ کرنے اور انسان کو بیدار رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ انسان کی رشد و ہدایت کے لئے سب سے اعلیٰ اور اشرف انتظام یہ فرما دیا کہ اپنے مقرب رسولوں اور آسمانی کتابوں کے ذریعے زندگی کی صحیح شاہراہ واضح کر دی اور اس کے لئے مطلوب زادِ راہ صراحت سے بیان کر دیا۔ اس قدر گوناگوں اہتمام کے بعد بھی اگر انسان قدرت کی نشانیوں اور ہدایت سے فائدہ اُٹھانے کی بجائے محض اپنی عقل اور سوچ سے کوئی اور راہ ڈھونڈنے کی کوشش کے درپے ہو تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ایسے انسان کو روشنی سے نفرت ہے اور وہ تاریکی ہی میں بھٹکنا چاہتا ہے۔ ایسا شخص درحقیقت خواہشاتِ نفس کے اندھیرے میں گھر کر ایسی غفلت کا شکار ہو جاتا ہے جس کا تسلسل کبھی نہیں ٹوٹتا۔ ایسے اشخاص کو اگر داعیانِ حق جگانے اور حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ چیز ان لوگوں کے دلوں پر گراں گزرتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اپنے نفس کو مطمئن کرنے کے لئے جو غلط سے غلط سہارا بھی مل جاتا ہے' یہ اسی پر بھروسہ کر لیتے ہیں۔ اس قماش کے لوگ حقائق سے گریز اختیار کرنے کے لئے جھوٹے سہاروں کی پناہ میں چھپنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم کی ایک فکر انگیز تحریر)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبۡ عَلَیۡنَا ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ○ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُزَکِّیۡھِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ○﴾ (آیات : ۱۲۸، ۱۲۹)

''اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھ اور ہماری اولاد (نسل) میں سے ایک امت مسلمہ اٹھائیو اور ہمیں سکھا دے ہمارے مناسک (یعنی قواعد حج) اور ہم پر عنایت فرما۔ یقیناً تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ان میں اٹھائیو ایک رسول جو انہی میں سے ہو' جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں تیری کتاب کی تعلیم دے اور حکمت کا درس دے اور ان کا تزکیہ کرے۔ یقیناً تو ہی زبردست ہے' کمال حکمت والا۔''

اس سے پہلے کی آیات میں ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی اس دعا کے الفاظ نقل ہوئے ہیں جو انہوں نے بیت اللہ کی دیواروں کے بلند کرتے ہوئے اپنی زبان سے ادا کئے تھے۔ زیر نظر آیات میں بھی انہی دعاؤں کا تسلسل ہے۔ دونوں باپ بیٹا اپنے پروردگار کے حضور دست بدعا ہیں اور عرض گزار ہیں کہ ہمارے پروردگار ہمیں اپنا تابع فرمان اور مطیع و منقاد بنائے رکھنا کہ ہم تیرے احکام کی تعمیل کرتے رہیں۔ اسی طرح اپنی اولاد اور آئندہ نسل کے حق میں بھی دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار' ہماری اولاد میں سے ایک ایسی امت اٹھائیو جو تیری تابع فرمان ہو' اس سے مراد وہی امت ہے جو بنی اسرائیل کی معزولی کے بعد حضور اکرم ﷺ پر ایمان لا کر امت مسلمہ کہلائی ہے۔ یہ ایک نئی امت ہے جو برپا ہوئی ہے اور ایسے سعادت مند افراد پر مشتمل ہے جن کا سر تسلیم اللہ کے ہر حکم کے آگے خم ہے۔

باپ بیٹا اللہ کے حضور مزید عرض پرداز ہیں کہ یہ بیت اللہ تو ہم نے تعمیر کر دیا' اب یہاں عبادت کے مخصوص انداز بھی ہمیں بتا دیجئے کہ مناسکِ حج کیا ہوں گے' طواف کیسے کیا جائے گا' سعی بین الصفا والمروہ کیسے ہوگی' قربانی کب' کہاں اور کیسے ہوگی۔ ساتھ ہی درخواست کرتے ہیں کہ ہماری دعا کو قبول فرماتے ہوئے ہماری طرف نظر رحمت کے ساتھ توجہ فرما۔ اے ہمارے پروردگار! یقیناً تو ہی دعاؤں کو قبول کرنے والا اور بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔

دونوں جلیل القدر پیغمبروں کی دعا کا آخری لیکن نہایت اہم حصہ یہ ہے کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری دعا کو شرف قبول بخشتے ہوئے جو امت مسلمہ تو ہماری نسل سے اٹھائے گا ان میں ایک رسول بھی مبعوث فرمانا جو انہی میں سے ہو یعنی اولاد اسمٰعیلؑ میں سے ہو' کوئی اجنبی شخصیت یا کسی دوسرے علاقے کا نہ ہو' تاکہ اس کی تعلیم موثر ہو اور کسی طرح کی مغائرت کا پردہ درمیان میں حائل نہ ہو۔ وہ رسول لوگوں کو تیری آیات پڑھ کر سنائے' ان کو فرائض دینی اور احکام الٰہی سے آگاہ کرے' انہیں حکمت و دانائی کی باتیں بتائے اور ان کا تزکیہ بھی فرمائے یعنی ظاہری اور باطنی پاکیزگی و صفائی کے انداز سکھائے۔ انہیں فضائل اخلاق' سچائی' دیانت داری' ایفائے عہد وغیرہ کی تعلیم دے اور رذائل اخلاق' کفر و شرک اور معصیت کے کاموں سے منع کرے۔ اس دعا کے بعد اختتامی جملوں میں پھر اللہ کی حمد بیان کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار بلاشبہ تو ہی زبردست قوت کا مالک ہے اور جو چاہے کر گزرنے والا ہے مگر پروردگار تو ساتھ ہی کمال حکمت والا بھی ہے۔ تیرا ہر کام بامقصد' مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے۔ یہ حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی اس دعا کی قبولیت ہی کا مظہر ہے کہ بنو اسماعیل میں نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ہوئی جنہیں اللہ نے رحمۃ للعالمین کا لقب عطا فرمایا۔

☆ ☆ ☆

فرمانِ نبوی — چوہدری رحمت اللہ بٹر

کسی کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کرنا

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عَمۡرٍو قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مَنۡ اَخَذَ مِنَ الۡاَرۡضِ شَیۡئًا بِغَیۡرِ حَقِّہٖ خُسِفَ بِہٖ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اِلٰی سَبۡعِ اَرَضِیۡنَ (رواہ البخاری)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی دوسرے کی کچھ بھی زمین ناحق لے لی تو قیامت کے دن اس زمین کی وجہ سے اس زمین کے ساتویں طبق تک دھنسا دیا جائے گا''۔

اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص دوسرے بھائی کی لکڑی اور چھڑی بھی نہ لے نہ ہنسی مذاق میں اور نہ لینے کے ارادہ سے۔ اگر لیوے تو اس کو واپس لوٹائے۔ اور فرمایا کسی پر ظلم و زیادتی نہ کیا کرو۔ خبردار کسی آدمی کی ملکیت کی کوئی چیز اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا حلال اور جائز نہیں ہے۔ یہی حقیقت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے یوں بھی فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن کے اندھیروں کی صورت میں سامنے آئے گا۔

... دنیا میں ہو پھر استوار
... ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 11 شمارہ 17

2 تا 8 مئی 2002ء

(18 تا 24 صفر المظفر 1423ھ)

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت : 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
...... 1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
...... 2200 روپے

اداریہ — بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

دینی جماعتوں اور علماء کرام کے کرنے کا اصل کام! (۲)

قرآن وحدیث کی نصوص کی روشنی میں یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ ایک مسلم معاشرے میں علماء کرام اور دینی جماعتوں کا اصل کام "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کے فریضے کی بجاآوری ہے' اور یہ بھی کہ امر بالمعروف کے مقابلے میں نہی عن المنکر کی اہمیت علماء وصوفیاء کے رول کے حوالے سے کئی گنا زیادہ ہے۔ قرآن وحدیث کی رُو سے علماء وصوفیاء اور دینی طبقات اگر معاشرے میں پھیلی ہوئی فکری وعملی بے اعتدالیوں' منکرات اور معاصی کے راستے میں آہنی چٹان بن کر نہیں کھڑے ہوں گے تو ہلاکت وبربادی پورے معاشرے کا مقدر بن جائے گی۔ گویا نہی عن المنکر سے پہلوتہی وہ جرم عظیم ہے جو ناقابل تلافی ہے اور اس جرم عظیم کے نتیجے میں جو خرابی وبگاڑ جنم لیتا ہے اس کے اصل ذمہ دار دینی طبقات ہیں۔ سورۃ المائدہ کی آیات ۶۳ اور ۷۹ اس معاملے میں نصِ قطعی کا درجہ رکھتی ہیں۔

گزشتہ شمارے کے ادارتی صفحہ کی آخری سطور میں جو بات ہم نے اجمالاً عرض کی تھی اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے کسی معاشرے میں شریعتِ الٰہی اور دین حق کا قیام ونفاذ سرے سے موجود نہ ہو' وہاں اجتماعی نظام کی سطح پر غیر اسلامی اور باطل قوانین نافذ العمل ہوں' عدالتوں میں فیصلے شریعتِ الٰہی کی بجائے غیر اللہ کے بنائے ہوئے اصول وقوانین کی روشنی میں ہوتے ہوں تو وہاں مسلمانوں کی اولین اور اہم ترین ذمہ داری دین حق کے غلبہ وقیام کی جدوجہد ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اس ذمہ داری کا بھی بڑا بوجھ علماء کرام' رجال دین اور دینی طبقات ہی کے کندھوں پر آتا ہے' اس لئے کہ علماء کرام اگر کتاب الٰہی اور علوم دینی کے وارث شمار ہوتے ہیں تو دینی طبقات دین وشریعت کی علمبرداری کے دعوے کے ساتھ میدان میں آتے ہیں۔ لامحالہ اس دینی ذمہ داری کا بھی بڑا بوجھ انہی کے کندھوں پر آتا ہے۔

سورۃ المائدہ قرآن حکیم کی وہ عظیم سورۂ مبارکہ ہے جس میں دین وشریعت کی تکمیل کا اعلان وارد ہوا ہے۔ اسی سورۂ مبارکہ کی آیات ۴۴ تا ۴۷ میں مسلمانوں کو بالواسطہ طور پر سخت ترین الفاظ میں تنبیہہ بھی کردی گئی کہ تکمیل شریعت الٰہی کی صورت میں تم پر اللہ کا جو احسان عظیم ہوا ہے اس کا تقاضا محض اس سے پورا نہیں ہوگا کہ اس وحی آسمانی کی بس تلاوت کرلی جائے یا اسے محض ریسرچ اور تحقیق کا موضوع بناکر "علمی مقالات" لکھ لئے جائیں' بلکہ اس نعمت کا حق ادا کرنا تبھی ممکن ہوگا جب اللہ کے عطا کردہ دین وشریعت کے مطابق پورا اجتماعی نظام استوار کیا جائے جس میں ہر نوع کے عدالتی فیصلے اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق ہوں۔ چنانچہ فرمایا: "اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں' ...... وہی ظالم ہیں ...... اور وہی فاسق وباغی ہیں۔" اللہ کے اس اٹل فیصلے اور بے لاگ فتوے کے بعد بھی یہ گمان کرنا کہ دین کی مغلوبیت کے دور میں دین وشریعت کے غلبہ واقامت کی جدوجہد ایک مسلمان کا دینی فریضہ نہیں ہے بلکہ محض تسبیح ومناجات اور ذاتی عبادت یا محض تعلیم وتعلم کے ذریعے بھی دینی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ممکن ہے' قرآن کی واضح تعلیمات سے انحراف کے مترادف ہے۔ یہ طرز فکر مذہب ملا وجمادات ونباتات تو کہلاسکتا ہے' مسلکِ مردان خود آگاہ وخدامست ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل — یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مسلکِ مردان خود آگاہ و خدا مست — یہ مذہب ملا و جمادات و نباتات!

سورۃ المائدہ کی آیت ۶۸ میں یہ فرماکر کہ: "اے اہل کتاب! تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہے جب تک تم توراۃ اور انجیل اور جو کچھ اللہ نے نازل کیا' اسے قائم نہیں کرتے" اس حقیقت کو مزید واضح کردیا گیا کہ وہ مسلمان امت جو اللہ کے عطا کردہ دین وشریعت کو نافذ وقائم نہ کرے' اللہ کی نگاہ میں پرِکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی ...... یہ وہ اجتماعی جرم ہے جس کا کفارہ افراد کی ذاتی عبادت اور تقویٰ وطہارت نہیں بن سکتی۔ ایسی قوم اور ایسی امت' اللہ کی رحمت کی مستحق کیونکر ہوسکتی ہے جو شریعت الٰہی کی حامل ہونے کے باوجود اس شریعت کو قائم ونافذ نہ کرے ...... اللہ تعالیٰ ایسی امت کو Own کرنے کا قطعاً روادار نہیں ہے جو اس کے دین وشریعت سے غداری وبے وفائی کا معاملہ کرے۔

ان آیات مبارکہ کی روشنی میں اس چبھتے ہوئے سوال کا جواب بھی بسہولت مل جاتا ہے کہ ایسا کیوں ہے کہ

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر — برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

کہ روئے ارضی پر اللہ کی نمائندہ امت ہوتے ہوئے اگر ہم اس کی نمائندگی کا حق ادا نہ کریں' یعنی اس کے عطا کردہ دین و

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

یہود اور عالم عیسائیت کا باہمی تعلق

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۶/اپریل کے خطاب جمعہ کی تلخیص

یہودیوں کا ارض فلسطین کے بارے میں دعویٰ ہے کہ یہ ہمیں اللہ نے دی تھی‘ یہ ہماری میراث ہے لہٰذا ہمارا اس پر حق ہے۔ ان کا یہ دعویٰ صرف ایک حد تک سچا ہے اور قرآن مجید بھی اس کی توثیق کرتا ہے۔ چنانچہ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۳۷ میں ارشاد ہے:

”ہم نے اس قوم کو جسے زمین میں بے بس و مجبور بنا دیا گیا تھا‘ وارث بنا دیا اس زمین کے مشارق و مغارب کا جس کے اندر ہم نے بہت برکتیں رکھی ہیں۔“

یہ برکتوں والی سرزمین‘ شام اور فلسطین کا علاقہ ہے جو انبیاء کا مسکن رہا ہے۔ بہر حال قرآن مجید ان کے دعوے کی تصدیق کر رہا ہے کہ ان کو وارث بنایا گیا۔ لیکن جان لینا چاہئے کہ اللہ کا یہ وعدہ ابدی نہیں تھا اور غیر مشروط نہیں تھا‘ جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے:

”ہم نے بنی اسرائیل سے میثاق لیا‘ اور ان میں سے بارہ نقیب مقرر کر دیئے۔ اور اللہ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں بشرطیکہ تم نے نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے اور میرے جو بھی رسول آئیں ان پر ایمان لاتے رہے اور ان کے ساتھ تعاون اور مدد کرتے رہے اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہے‘ تو میں تم سے تمہاری برائیوں کو دور کرتا رہوں گا اور تمہیں داخل کروں گا ان باغات میں جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہوں گی‘ تو جو کوئی اس کے بعد کفر کرے گا تو وہ پھر سیدھے راستے سے دور ہٹ گیا۔“

اس سے پہلے سورۂ ابراہیم میں یہ آیت بھی آ چکی ہے:

”تمہارے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر تم میرے احسانات کا شکر ادا کرو گے تو میں اور عطا کروں گا تمہیں‘ اور اگر کفران نعمت کرو گے تو (جان لو کہ) میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔“

لہٰذا ارض فلسطین ان کی ابدی میراث نہیں تھی بلکہ یہ مشروط تھی۔ اسی کی ایک مثال سورۃ البقرہ کے ۱۵ویں رکوع میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بہت سے امتحانوں سے گزارا۔ وہ جب سارے امتحانات میں پورے اترے تو اللہ نے فرمایا کہ اے ابراہیم میں تمہیں پوری دنیا‘ پوری انسانیت کا امام بنانے والا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے سوال کیا ”کیا یہ وعدہ میری اولاد اور نسل کے ساتھ بھی ہے؟“ فرمایا کہ نہیں‘ میرا یہ عہد ظالموں کے ساتھ نہیں۔ بلکہ ابراہیم کی نسل میں سے جو نیک اور صالح ہوں گے‘ ان کے ساتھ یہ وعدہ رہے گا۔ لیکن جو بدکردار ہوں گے‘ ظاہر بات ہے ان کے ساتھ یہ وعدہ نہیں ہے۔

اسی طرح جان لیجئے کہ یقیناً اللہ نے یہ سرزمین بنی اسرائیل کو دی تھی‘ لیکن سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ کے زمانے ہی میں بنی اسرائیل نے نافرمانی کی۔ جنگ سے انکار کیا تو چالیس برس تک اس سرزمین سے محروم کر دیئے گئے۔ انہی چالیس سالوں میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا انتقال ہو گیا۔ پھر حضرت موسیٰؑ کے جانشین حضرت یوشع ابن نون کے ساتھ جو نئی نسل صحرا میں پروان چڑھی‘ اس نے ارض فلسطین کو فتح کیا لیکن غلطی یہ کی کہ بارہ حکومتیں بنا لیں‘ ایک مرکزی حکومت نہیں بنائی۔ لہٰذا آس پاس کے مشرک قبائل اور قوموں نے انہیں زیر کر لیا۔ ۳۰۰ برس کے بعد پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے ایک موقع اور دیا۔ اللہ کے حکم سے حضرت طالوت کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ طالوت اور جالوت کی جنگ ہوئی۔ طالوت کو فتح ہوئی اور ان کا اقتدار قائم ہو گیا۔ پھر حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کا عہد آیا۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد یہ دو مملکتوں میں تقسیم ہو گئی۔ ۲۰۰ برس کے بعد ان میں سے ایک مملکت ختم ہو گئی۔ بہر حال بنی اسرائیل کی تاریخ کے پورے ۳۴۰۰ برس کے عرصے میں سے بمشکل پانچ چھ سو برس ان کی حکومت فلسطین میں قائم رہی‘ جسے یہ اپنی میراث کہتے ہیں جبکہ یہ گزشتہ دو ہزار سال سے وہاں سے نکلے ہوئے ہیں۔ ۷۰ء میں رومیوں نے انہیں یہاں سے نکال دیا تھا۔ لہٰذا اب ان کا اس سرزمین پر استحقاق کہاں سے ثابت ہوا۔ اگر ان کا دعویٰ درست تسلیم کر لیا جائے تو پانچ سو برس پہلے ہسپانیہ میں مسلمانوں کی حکومت قائم تھی‘ وہ عربوں کو ملنا چاہئے اور اسی طرح ہندوستان پر برصغیر کے مسلمانوں کا حق تسلیم کیا جانا چاہئے۔ تاریخ عالم میں یہود کے اس ظلم اور دھاندلی کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

۲۰ویں صدی میں دو ادارے وجود میں آئے تھے: (i) لیگ آف نیشنز اور (ii) اقوام متحدہ۔ اول الذکر نے پہلا ظلم یہ کیا کہ برطانیہ کو جس نے فلسطین فتح کیا تھا‘ اس کے بارے میں فیصلہ کا مینڈیٹ دے دیا۔ اس کے نتیجے میں ۱۹۱۷ء میں برطانیہ نے فیصلہ کر دیا کہ فلسطین میں یہودی آ کر آباد ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد یہ ادارہ ختم ہوا تو اقوام متحدہ بنی‘ جس کی سربراہی امریکہ کے ہاتھ میں آ گئی۔ امریکہ نے فلسطین میں اسرائیل قائم کرا دیا۔ برطانیہ نے یہودیوں کو صرف آباد ہونے کا حق دیا تھا‘ کوئی ریاست قائم کرنے کی اجازت نہیں دی تھی لیکن امریکہ نے ریاست اسرائیل قائم کروا دی۔ یہ بہت بڑی دھاندلی‘ بہت بڑا ظلم تھا کہ ایک قوم جو دو ہزار برس سے نکلی ہوئی تھی اسے باہر سے لا کر ٹھونس دیا گیا اور وہاں کے رہنے والے مقامی مسلمان یا تو کیمپوں میں پڑے سڑ رہے ہیں یا انہیں چن چن کر ہلاک کیا جا رہا ہے۔ بہر حال آیئے اس تناظر میں دیکھیں کہ یہودیوں کا عالم عیسائیت کے ساتھ اصل معاملہ کیا ہے۔ بحیثیت مجموعی اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پورا عالم عیسائیت یہود کی پشت پر ہے۔

جس وقت قرآن نازل ہو رہا تھا‘ یہود و نصاریٰ میں شدید دشمنی پائی جاتی تھی لیکن گزشتہ دو صدیوں کے دوران یہودیوں نے رفتہ رفتہ محنت کر کے عیسائیوں کو اپنا آلۂ کار بنا لیا اور آج دونوں ایک دوسرے کے پشت پناہ اور مسلم دشمنی میں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ لہٰذا سورۃ المائدہ میں مسلمانوں کے لئے یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بنانے کا قرآنی حکم اصلاً موجودہ دور کے لئے ہے۔ البتہ تمام عیسائی ایک جیسے نہیں۔ عیسائیوں میں بھی یہودیت کے معاملے میں مختلف نقطہ ہائے نظر اور مکاتب فکر موجود ہیں۔ دنیا میں پونے دو ارب کے قریب عیسائی ہیں۔ ان میں رومن کیتھولک قریباً ۹۰ کروڑ یعنی سب سے زیادہ تعداد میں ہیں۔ پروٹسٹنٹس ۶۳ کروڑ ہیں۔ اینجلیکن چرچ جو برطانیہ کا علیحدہ چرچ ہے‘ سے وابستہ ۷ کروڑ ہیں۔ موخر الذکر دونوں کو جمع کر لیں تو ۷۰ کروڑ ہو گئے۔ ۱۳ سے ۱۵ کروڑ گریک آرتھوڈاکس ہیں۔ کیتھولکس کے بارے میں چار باتیں جان لیجئے۔ ایک تو یہ زیادہ روایت پرست ہیں۔ ان کا مذہب دو

چیزوں پر مشتمل ہے: حضرت عیسیٰؑ کی پرستش اور پوپ کی اطاعت۔ پوپ ان کے نزدیک معصوم ہے' کتاب مقدس سے ان کا تعلق بہت کم ہے۔ جب ان کا دین یہ رہ گیا کہ پوپ جو حکم دے گا وہ فائنل ہے تو بات ختم ہوئی' اب کتاب کی کیا ضرورت! ان کا اگر تعلق ہے بھی تو صرف بائبل کے عہد نامہ جدید سے ہے' باقی اصل تورات سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں۔ ان کے اندر یہود کی دشمنی بہت گہری تھی۔ رفتہ رفتہ اس میں کمی آئی ہے لیکن اب بھی اس کے کچھ نہ کچھ اثرات ان میں موجود ہیں۔ یہودیوں سے نفرت میں کمی کی وجہ یہ ہے کہ آج دنیا پر امریکہ چھا گیا ہے اور امریکہ پروٹسٹنٹ کا نمائندہ ہے۔ چنانچہ اس کے دباؤ کے تحت رومن کیتھولک نے بھی کسی حد تک یہودیوں کو تسلیم کر لیا ہے۔ ایک تو تاریخی واقعہ یہ ہوا ہے کہ ۱۹۰۰ برس تک عیسائی یہ کہتے رہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کو سولی پر چڑھوایا' لیکن اب پوپ نے خاص فرمان کے ذریعے انہیں بری کر دیا کہ یہودیوں پر کوئی الزام نہیں۔ اس اعتبار سے اب رومن کیتھولک بھی اکثر و بیشتر یہود کے تابع ہو چکے ہیں'

اگرچہ ان کے بعض فرقوں میں یہودیوں سے نفرت کے آثار آج بھی باقی ہیں۔ لہٰذا امریکہ میں ایک تحریک "وائٹ کرسچین ملیشیا" ہے جو امریکہ کی جنوبی اور مشرقی ریاستوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ انتہا پسند کیتھولکس کی تحریک ہے۔ ان کے نزدیک اولین دشمن یہودی' دوسرے نمبر پر دشمن مسلمان' تیسرے درجہ میں دشمن امریکہ میں کالے ہیں چاہے وہ مسلمان ہوں یا عیسائی۔ ان کی رنگت کی بنیاد پر ان کی عیسائیت بھی انہیں قبول نہیں ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ امریکہ کی مرکزی حکومت یہودیوں کے ہاتھوں میں یرغمال ہے اور ہمیں اسے آزاد کرانا ہے۔ ہمیں اس کے لئے ایک اور سول وار لڑنی ہے۔ وہ اس کے لئے ہتھیار اکٹھے کر رہے ہیں لیکن یہ لوگ اقلیت میں ہیں۔ ان ہی میں سے ایک شخص تھا جس نے اوکلاہاما میں وفاقی حکومت کی بلڈنگ پر بم گرایا تھا۔ اسی طریقے سے اب یورپ میں بھی یہودیت کے خلاف لہر دوڑ رہی ہے' خاص طور پر فرانس میں یہودیت کے خلاف خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ فرانسیسی فلسطینیوں کے حق میں نرم گوشہ ظاہر کر رہے ہیں۔ چنانچہ تازہ ترین بات نوٹ کر لیجئے کہ اسرائیل نے فرانس کے یہودیوں سے کہہ دیا ہے کہ تم جلد از جلد فرانس چھوڑ دو اور اسرائیل میں آ کر آباد ہو جاؤ ورنہ تمہارا برا حشر ہو گا۔ دراصل فرانس بنیادی طور پر کیتھولک ہے' لہٰذا کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کا فرق وہاں اس اعتبار سے نمایاں ہے۔

اب آیئے پروٹسٹنٹس کی طرف! اصل میں یہ لوگ یہود کے آلہ کار ہیں کیونکہ یہ مذہب یہود ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ یہ پوپ سے آزاد ہیں بلکہ پوپ کو شیطان کہتے ہیں۔ انجیل کے بہت زیادہ پرچارک ہیں۔ ان کا سارا تعلق کتاب سے ہے اور کتاب کا زیادہ بڑا حصہ old testament کا ہے جو یہودیوں کی کتاب ہے۔ لہٰذا ان کا نفسیاتی قرب یہودیوں کی طرف ہو گیا ہے۔ ان میں خاص طور پر جو ایونجلیک ہیں' امریکہ میں ان کے اپنے ٹی وی سٹیشن ہیں جن پر مسلسل ان کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ Armegadon جلد از جلد ہو جانی چاہئے' یعنی وہ جنگ عظیم جس کی خبر حضرت مسیحؑ کے ایک حواری یوحنا نے دی تھی اور جس کی خبر حضور ﷺ نے "الملحمة العظمی" کے عنوان سے دی ہے۔ ان پروٹسٹنٹ مبلغین کا خیال ہے کہ اس جنگ کے نتیجے میں یروشلم میں حضرت داؤد کا تخت قائم ہو گا اور پھر حضرت مسیح کا نزول ہو گا۔ چنانچہ پروٹسٹنٹ عیسائیوں کا یہ فرقہ حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے لئے اس جنگ کو جلد از جلد شروع کرانا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ عیسائی خود یہودیوں کے تھرڈ ٹیمپل کی تعمیر کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ عیسائیوں کی اس سازش کو Grace Halsell نامی ایک خاتون نے جو وائٹ ہاؤس کی سکرپٹ رائٹر تھی' اپنی کتاب Forcing God`s Hands میں بے نقاب کیا ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کو مجبور کر دیں تاکہ وہ جلد سے جلد جنگ لے آئے۔ گویا یہ اپنی پسند' اپنی مرضی اللہ پر ٹھونسنا چاہتے ہیں (معاذ اللہ)۔ یہ الگ بات ہے کہ اس جنگ کے ذریعے ان کے پیش نظر مشرق وسطیٰ میں یہودیوں کی حکومت بنانا نہیں ہے بلکہ ایک عیسائی حکومت کی تشکیل ہے۔ یہ تو عیسائی دنیا کے مختلف مکاتب فکر ہیں لیکن اس وقت عالم عیسائیت بحیثیت مجموعی یہودیوں کے تابع ہے' اگرچہ خود ان کے اندر بھی مختلف Shades ہیں۔ اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ وہ بڑی جنگ اب زیادہ دور نہیں ہے۔

صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ کی ابتدا میں عربوں کا بہت شدید جانی نقصان ہو گا لیکن پھر بالآخر مسلمانوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ اُس وقت پاکستان اور افغانستان عربوں کی مدد کے لئے اہم رول ادا کریں گے۔ لہٰذا ہم پاکستانیوں کی ذمہ داری ہے کہ پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے بھرپور جدوجہد کریں تاکہ کل روئے ارضی پر غلبہ اسلام کے کام کا آغاز اس خطے سے ہو سکے۔

مطالعۂ اسلام پروگرام

طالب علم کے طور سے داخلہ کے لئے کم از کم میٹرک یا کوئی فاضل امتحان یا چار سالہ درس نظامی امتحان پاس ہونے کی شرط ہے۔ سامع کے طور پر شرکت کے لئے تعلیمی قابلیت کی کوئی شرط نہیں۔

کورس کا دورانیہ: 12 مئی تا 12 جون 2002ء

اوقات: روزانہ 4 بجے بعد دوپہر سے 7:30 بجے شام تک (اتوار کو چھٹی)

مقام: بانو میموریل سکول' ٹیپو سنٹر' مین مارکیٹ شاپ' ٹاؤن شپ' لاہور۔ فون: 5119409

الداعی: خادم اسلامی تحریک منور ابن صادق
چیئرمین اسلامک ایجوکیشنل ٹرسٹ'
205/3-B-II' ٹاؤن شپ' لاہور۔
فون: 5155255,5150746

خدمات حج و عمرہ کا با اعتماد ادارہ
آپ کا اعتماد ہمارا معیار
حسن ٹریولز پرائیویٹ لمیٹڈ
TRAVEL AGENTS & TOUR OPERATORS
TRAVEL AGENTS ASSOCIATION OF PAKISTAN TAAP
سعادت عمرہ حاصل کیجئے
کم خرچ عمرہ پیکیجز
بمعہ رعایتی ہوائی ٹکٹ
اضافی سہولیات کے ساتھ
کم خرچ بالانشین عمرہ پیکیجز بمعہ ہوائی ٹکٹ

STAY PERIOD	PACKAGE CHARGES*
3 Days	Rs: 31,100
7 Days	Rs: 32,400
14 Days	Rs: 34,600

☐ جدہ ایئرپورٹ پر آمد اور روانگی پر راہنمائی' استقبال اور الوداع
☐ 12 سال سے کم عمر کے بچوں کے پیکج اور ہوائی جہاز کے کرایہ میں خصوصی رعایت
☐ جدہ، مکہ اور مدینہ کے دفاتر میں اردو میں بات چیت کرنے والا عملہ موجود ہو گا
☐ تین' چار یا پانچ افراد کی رہائش کے لئے ایئر کنڈیشنڈ کمروں کا انتظام جہاں ہر کمرے کے ساتھ باتھ روم کی سہولت موجود ہے

* پیکج کی قیمت ہوائی سفر کے کرائے میں تبدیلی کے باعث تبدیل ہو سکتی ہے
* ویزہ پراسیسنگ فیس' جدہ سے مکہ ٹرانسپورٹ اور ہوٹل شامل ہے
* فرنشڈ / فائیو سٹار ہوٹلوں کے پیکج کی قیمت درخواست پر دستیاب ہو گی

مزید معلومات کے لئے رابطہ کیجئے۔

19-Central Commercial Market, Model Town, Lahore.
Ph: 5832905,5854728 Fax: 5886467 E-mail: umertax@brain.net.pk

فیصلہ کا دن

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابوالحسن

پاک فوج کے سربراہ، حکومت پاکستان کے چیف ایگزیکٹو اور مملکت پاکستان کے صدر جناب پرویز مشرف نے شب ریفرنڈم میں قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کل فیصلہ کا دن ہے۔ انہوں نے ۳۰ ر اپریل کو "فیصلہ کا دن" قرار دیا ہے۔ ان تمام قوتوں کی بنیاد پر جو اس وقت ان میں جمع ہیں، اگر وہ یومِ ریفرنڈم کو "یوم الفرقان" بھی قرار دے دیتے تو کوئی ان کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ درحقیقت اقتدار و اختیار کا المیہ یہ ہے کہ اس کا حامل شخص اپنی سوچ، اپنی فکر بلکہ اپنی خواہش کو مسلط کر دینا اپنا حق سمجھتا ہے۔ ذہین و فطین بیورو کریسی یقین دلا دیتی ہے کہ آپ ملک و قوم کے لئے ناگزیر ہیں، اگر خدانخواستہ اس ملک کی باگ ڈور آپ کے ہاتھ سے نکل گئی تو اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے وطن دشمن لوگ ملک کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ حکمران کی سوچ اور خواہش کے حق میں دلائل کے انبار لگا دیئے جاتے ہیں۔ عجب بات یہ ہے کہ ہمارے کل اور آج میں اتنی مماثلت ہے کہ ماضی کے حالات سے باخبر ہونے کے لئے ہمیں تاریخ کے آئینہ میں جھانکنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ روزمرہ کے حالات سے آگاہی ہی کفایت کرے گی۔ اس ساری صورت حال کا افسوس ناک ترین پہلو یہ ہے کہ ہم تاریخ سے سبق حاصل کرنے کی بجائے تاریخ کو سبق سکھانے پر تلے رہتے ہیں۔ ہمارا ہر فوجی حکمران اپنے پیش رو کے نقش قدم پر چلتا ہے، پھر یہ اصرار بھی کرتا ہے کہ میں پہلوں سے بہت مختلف ہوں۔ سول حکمران جو جمہوری حکمران ہونے کے دعوے دار ہوتے ہیں، وہ جمہوریت کی ایسی درگت بناتے ہیں کہ اگر روسو دوبارہ دنیا میں آ جائے تو اپنے سیاسی فلسفہ پر نظر ثانی کو تیار ہو جائے بلکہ شاید اس سے تائب ہو جائے۔ ہمارے سیاست دان باہمی دھینگا مشتی میں اس قدر آگے نکل جاتے ہیں کہ بالآخر جمہوریت بھاری بوٹوں تلے دم توڑ دیتی ہے۔ آیئے جائزہ لیں کہ نوبت ایں جا چرا رسید۔

پاکستان اور بھارت ایک دن کے فرق سے آزاد ہوئے۔ بدقسمتی سے بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح آزادی کے صرف تیرہ ماہ بعد اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے اور عنانِ حکومت ان لوگوں نے سنبھال لی جن کے بارے میں قائداعظم نے کہا تھا کہ میری جیب میں کھوٹے سکے ہیں۔ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد پاکستان میں قائم ہونے والی حکومتیں عدم استحکام کا شکار رہیں اور سات سال کے عرصہ میں چھ حکومتیں تبدیل ہوئیں، جس پر نہرو نے طنزیہ کہا کہ میں اتنے کپڑے نہیں بدلتا جتنی پاکستان میں حکومتیں بدل جاتی ہیں۔ اس وقت کے سیاست دانوں نے افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف ایوب خان کو وزیر دفاع بنا کر فوجیوں کو حکومت میں ملوث کرنے کی حماقت کی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے جزوی مارشل لاء لگا کر فوجیوں کے حکومت کرنے کی راہ کھولی۔ نواز شریف نے واپڈا اور دوسرے بگڑے ہوئے محکموں میں فوجیوں کو متعین کر کے یہ تاثر دیا کہ بگڑے تگڑوں کا علاج ڈنڈا ہے اور وہ صرف فوج کے پاس ہوتا ہے۔ سیاست دانوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ سیاسی اختلافات کو بڑھاتے ہوئے بات ذاتی دشمنی اور عناد تک پہنچا دیتے ہیں۔ حکومت اپوزیشن کو قوت سے کچلتی ہے اور اپوزیشن فوج کو حکومت پر قبضہ کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود اگر فوج نے طے کیا ہو کہ اس کا کام سرحدوں کی حفاظت ہے اور اندرون ملک وہ صرف حکومت وقت کے تابع رہ کر کام کرے گی تو جمہوریت کی گاڑی کبھی پٹڑی سے نہ اترے۔ فوجی جب اقتدار پر براجمان ہوتے ہیں تو انہیں دو مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ وردی اتار کر اچکن کیسے پہنیں اور دوسرے یہ کہ باعزت اور محفوظ واپسی کیسے ہو! چنانچہ وہ اقتدار کو طول دینے کے لئے کبھی کنٹرولڈ جمہوریت، کبھی اسلامی جمہوریت اور کبھی مقامی، ضلعی حکومتوں کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ وہ سب گراس روٹ لیول جمہوریت کی گردان کرتے رہتے ہیں تاکہ مرکزی سطح پر جمہوریت پہنچتے پہنچتے انہیں اچھا خاصا وقت مل جائے۔ اپنے لئے وہ صدر مملکت کا عہدہ پسند کرتے ہیں کیونکہ وزیراعظم کے لئے اسمبلی کا رکن ہونا ضروری ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ چونکہ وہ بے اختیار نہیں رہنا چاہتے لہٰذا جمہوریت بحال کرنے سے پہلے وزیراعظم کے کچھ اختیارات صدر کو منتقل کر دیتے ہیں۔ اختیارات کی یہ منتقلی فساد کی جڑ بنتی ہے اور کھینچ تان شروع ہو جاتی ہے۔ ہم گھوم پھر کر آج پھر اسی مقام پر آن پہنچے ہیں۔

صدر صاحب نام نہاد ریفرنڈم سے پارلیمنٹ پر بالادستی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ طاقت کے توازن کے حوالہ سے خود صدر مشرف کا ذہن واضح نہیں۔ وہ ایک ہی سانس میں وزیراعظم کے طاقتور ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ میں اسے من مانی نہیں کرنے دوں گا۔ وزیراعظم جب کوئی قدم اٹھائے گا تو ظاہر ہے اس کی پشت پر پارلیمنٹ کی قوت ہوگی۔ اگر آپ اسے وزیراعظم کی من مانی کارروائی قرار دے کر رد کر دیں گے تو گویا آپ نے ساری پارلیمنٹ کو صفر کر دیا۔ ایسے نظام کو پارلیمانی نظام حکومت کیسے کہا جا سکے گا! پاکستان کی نصف صدی کی تاریخ گواہ ہے کہ ہر ریفرنڈم پاکستان کے لئے کوئی نہ کوئی مصیبت لایا۔ ہم آخر میں صدر محترم سے درخواست کرتے ہیں کہ ریفرنڈم تو اب ہو چکا ہے اور آپ کامیاب بھی ہو گئے ہیں، لیکن اب آپ اس کے بدنتائج سے قوم کو بچانے کی کوشش کریں۔ ریفرنڈم سے خود پر جمہوری چہرہ سجا کر اہل مغرب کو مطمئن کرنے والا معاملہ اپنی جگہ، لیکن خدارا کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ اس ریفرنڈم سے حقیقتاً آپ کو عوامی قوت حاصل ہو گئی ہے۔ عوامی قوت حاصل کرنے کا ذریعہ صرف براہ راست انتخابات ہوتے ہیں۔ اب بھی وقت ہے پاکستان کی تمام قوتوں کو مجتمع کرنے کی کوشش کریں۔ بیرونی قوتوں کے سہارے طاقتور بننے کی بجائے اندرون ملک اتفاق رائے سے قوت اور خود اعتمادی پیدا کریں اور اس میں بالکل ہیٹی محسوس نہ کریں اور نہ ہی اسے انا کا مسئلہ بنائیں۔ انتشار و افتراق کسی بھی قوم کے لئے مفید نہیں ہوتا اور ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہماری سرحدوں

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

سفرِ بالاکوٹ ــــ تاثرات

6 مئی یوم شہدائے بالاکوٹ کے موقع پر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی 50 سالہ پرانی تحریر

جناب محترم ڈاکٹر اسرار احمد ۱۹۵۳ء میں جب کُل پاکستان اسلامی جمعیت طلباء کے ناظم اعلیٰ اور جمعیت کے ترجمان ہفتہ وار ''عزم'' لاہور کے اعزازی مدیر مسئول تھے تو اس دور میں ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ بالا کوٹ تشریف لے گئے تھے اور اس سفر کے تاثرات ضبط تحریر میں لاکر ''عزم'' کے ۱۰/ اگست ۵۳ء کے شمارے میں شائع کئے تھے۔ تقریباً نصف صدی قبل کی یہ تحریر توقع ہے کہ آج بھی دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔

ہم چار ساتھی مانسہرہ سے گڑھی حبیب اللہ ہوتے ہوئے بالاکوٹ جا رہے تھے۔ راستہ دشوار گزار تھا۔ ہر قدم پر خطرناک موڑ تھے۔ ایک طرف آسمان سے بات کرتی چوٹیاں اور دوسری طرف کھڈ کہ جن کی گہرائی ناپی نہ جا سکے۔ پہاڑ کی بلندیوں اور وادی کی گہرائیوں کو طے کرتی بس تیزی سے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ میں ایک گہری سوچ میں منہمک تھا۔ یہی وہ راہیں ہیں جن پر آج سے ڈیڑھ سو سال قبل اللہ کے دین کے سپاہی محض اس کی محبت میں گرفتار اور صرف اس کے نشے میں سرشار نتائج سے بے پروا اور اسباب سے مستغنی ہو کر باطل کی دیواروں سے ٹکرانے بڑھے چلے آئے تھے۔ یہی وہ وادیاں ہیں کہ جو ان کے نعروں سے گونج اٹھی تھیں! مجھے معلوم ہو رہا تھا کہ گویا یہاں کی ہر چٹان ان کی داستان کی امین اور منتظر ہے کہ پھر اللہ کے متوالوں کے قافلے آئیں اور وہ انہیں داستانیں سنا کر امانت کے بوجھ سے سبکدوش ہو جائے۔ یہاں کی فضائیں ان کے نعروں کی گونج کو چھپا رکھے ہوئے ہیں' اس انتظار میں کہ پھر اسی مئے حق میں مدہوش لوگ آئیں اور اپنی امانت سنبھال لیں۔ مجھے ان اونچ نیچ' ویران اور پتھریلی راہوں پر عزم کے ان مجسموں' ثبات کے ان پیکروں اور شجاعت کے ان پتلوں کے نقوش پا صاف نظر آ رہے تھے' جیسے محو انتظار ہوں کہ وقت کے دبیز پردوں سے پھر راہ حق کا کوئی قافلہ نمودار ہو اور ان کے چہروں کو آبلوں کے پانی سے دھوتا اور خون کی سرخی سے سرخرو کرتا آگے بڑھ جائے۔

گڑھی پہنچے تو بالاکوٹ ابھی بارہ میل دور تھا۔ گڑھی کے بالکل برابر سے دریائے کنہار گزرتا ہے۔ اس کی روانی بلا کی ہے۔ تیز و تند پانی جس کا درجہ انجماد سے کچھ ہی ادھر ہے غصہ میں جھاگ اڑاتا' چٹانوں سے سر پھوڑتا' پیچ و تاب کھاتا گزر جاتا ہے۔ بڑے بڑے پتھر اس میں خس و خاشاک کی طرح بہتے چلے جاتے ہیں اور سرکش موجیں ان سے اس طرح کھیلتی ہیں جیسے کوئی بچہ گیندوں سے کھیل رہا ہو۔ یہاں دریا میں اتر کر اسے پار کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ ایک چھوٹے سے پُل کا دم غنیمت ہے کہ اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر آنا ممکن ہے۔ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ جب یہ پُل موجود نہ تھا تو کام کس طرح چلتا ہوگا۔ بنگال' بہار اور یو پی کی سرسبز میدانوں کے باسی یہاں آ کر کیسے لڑے ہوں گے۔ نرم خرام اور آہستہ دریاؤں کی سیراب کی ہوئی زمین کے کاشتکار نحیف جثہ اور پستہ قد جنہیں مشکل ہی سے لڑاکا قوموں کی فہرست میں جگہ دی جا سکے' یہاں آئے۔ پنجاب کے ہرے بھرے میدانوں سے گزر کر نہیں بلکہ راجپوتانہ سندھ اور بلوچستان کے ریگستانوں کو عبور کر کے اور افغانستان کے دشوار گزار راستوں سے گزر کر اور اس شان سے کہ کوئی سختی ان پر بار نہ گزری۔ کوئی مصیبت انہیں شاق نہ محسوس ہوئی۔ پہاڑوں کی بلندیاں ان کے سامنے سرنگوں ہو گئیں۔ مشکلات کو انہوں نے رفیق سمجھا' مصائب کو انہوں نے دوست جانا اور وہ راہ کے خاروں کو قدم بوسی کا شرف بخشتے اور چٹانوں کی نوکوں کو اپنے مبارک جسموں کو چومنے کی سعادت دیتے باطل کی صفوں سے ٹکراتے بڑھتے چلے گئے۔

جوں جوں بالاکوٹ نزدیک آتا جا رہا تھا' دل کی دھڑکیں تیز ہو رہی تھیں۔ ایک کچی سڑک دریائے کنہار کے ساتھ ساتھ بل کھاتی اور خطرناک موڑ مڑتی چلی جا رہی تھی اور اس پر ہماری بس اچھلتی کودتی شور مچاتی جا رہی تھی۔ دریائے کنہار یہاں ایک تنگ وادی میں بہتا ہے جس کے دونوں طرف اونچے اونچے پہاڑ ہیں جن پر گھنے جنگلات سایہ کئے ہوئے ہیں۔ بالاکوٹ پہنچ کر بس سے اترے تو دل ایک عجیب جذبے سے معمور تھا' ایک سرور آمیز کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود کہ زندگی میں پہلی بار اس جگہ آنے کا اتفاق ہوا تھا وہاں کی فضا ایسی مانوس معلوم ہوئی کہ جیسے پوری عمر یہیں گزری ہو۔ بالاکوٹ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو دریائے کنہار کے دونوں کناروں پر واقع ہے۔ ایک چھوٹا سا پل دریائے کنہار پر سے گزر کر بالاکوٹ کے دونوں حصوں کو جوڑ دیتا ہے۔ نہ معلوم کیوں وہاں کی فضا پر ایک پُراسرار سکون طاری ہے' ایسا سکون جو گاہے گاہے کانوں میں سرگوشیاں کرتا محسوس ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی فضا سہم کر کھڑی ہو گئی ہے' بالکل ایسے جیسے کوئی شخص ایک خونچکاں حادثہ دیکھ کر سہما کھڑا رہ جائے اور کچھ کہنا چاہے لیکن نہ کہہ سکے۔ بس سٹینڈ کے بالکل پاس ہی مجاہدوں کی آخری آرام گاہ ہے۔ عین دریائے کنہار کے کنارے ایک بوسیدہ سی چار دیواری میں محبوس ایک قطعہ زمین پر سینکڑوں قبر نما نشانات بنے ہوئے ہیں۔ درختوں کا ایک جھنڈ سایہ کئے ہوئے ہے۔ زمین پر اگی ہوئی لمبی لمبی گھاس نے گویا انہیں اپنی گود میں چھپا رکھا ہے۔ دروازے کے اندر داخل ہوتے ہی جیسے بہت سے پردے نگاہوں کے سامنے سے ہٹ گئے۔ راہ حق کے بہت سے مراحل جیسے ایک دم نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ تحریک اسلامی کی کامیابی کا راز جو اس سے قبل کم ہی سمجھ میں آتا تھا' ایک دم واضح اور روشن ہو گیا ہے۔ ایک بڑی سی پختہ قبر کے سرہانے ایک پتھر کھڑا تھا:

''سید احمد بریلوی غازی
ہست مدفون اندرایں مرقد
مومن و متقی و ولی اللہ و مجدد براس سیزدہ صد''

ہاتھ غیر ارادی طور پر فاتحہ کے لئے اٹھ گئے۔ ساتھیوں نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے۔ ہاتھ کانپ رہے تھے۔ دل مسرت و غم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ دھڑک رہے تھے۔ ہم اس مرد مجاہد کی قبر پر حاضر تھے جس نے پہلی بار ہند کے صنم خانوں میں خدائے واحد کی خاطر اور محض اس کے دین کے لئے علم جہاد بلند کیا' جو ہندوستان میں خالصۃً للہ تلوار اٹھانے والا پہلا شخص تھا' جس نے محض اللہ کی غلامی میں آنے کے لئے آزاد ہونے کی خاطر شمشیر و سناں سے کام لیا۔ وہ ہندوستان کی پہلی تحریک اسلامی کا قائد تھا اور کون کہہ سکتا ہے کہ برعظیم ہند میں دینی جذبہ جتنا کچھ موجود ہے' اسی تحریک کا منت کش نہیں ہے۔ یہی وہ تحریک تھی جس نے سب سے پہلے آزادی کا صور پھونکا۔ یہی تھے جنہوں نے ہندوستان میں نخل اسلام کی آبیاری اپنے خون سے کی اور جو آنے والوں کے لئے اپنے عزم کے خونیں نشانات چھوڑ کر اللہ کے حضور میں حاضر ہو گئے۔

ہیں بالاکوٹ کی مٹی کے ذرے
ہماری آرزوؤں کے مزارات

ہیں ہر ذرے کی پیشانی پہ منقوش
ہمارے عزم کے خونیں نشانات

دفعتہً میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا۔ ایک صحافی نے برعظیم ہند و پاکستان کی دوسری تحریک اسلامی کے بارے میں کہا تھا کہ عجب نہیں کہ یہ تحریک بھی جو پٹھان کوٹ سے شروع ہوئی بالاکوٹ پر ختم ہو جائے! اگر واقعی ایسا ہو جائے تو کیا یہ ناکامی ہوگی؟ اس سوال کا مجسم جواب میرے سامنے موجود تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ناکام ہوئی۔ اگر کسی کا یہ خیال ہے تو وہ تاریخ کی اس انمٹ شہادت کو پڑھنے کی استعداد نہیں رکھتا کہ ہند میں اس تحریک ہی نے اسلام کا وہ صور پھونکا تھا جس کی ایک صدائے بازگشت پاکستان کا وجود ہے اور دوسری عظیم تحریک اسلامی۔ بالاکوٹ کا ذرہ ذرہ شہادت دے رہا ہے کہ جنہوں نے یہاں نقدِ حیات ہاری ہے ان سے زیادہ منافع میں کوئی نہیں۔ جنہوں نے یہاں جانیں دی ہیں وہی ہیں کہ جو حیاتِ جاوداں پا گئے۔ بالاکوٹ کی پشت پر کھڑا ایک مہیب پہاڑ شہادت دے رہا ہے کہ اس نے جو معرکہ آج سے ڈیڑھ صدی قبل اپنے دامن میں ہوتا دیکھا تھا اس سے زیادہ کامیاب معرکہ ہندوستان میں اسلام نے کبھی نہ لڑا۔ کنہار کی اچھلتی کودتی موجیں گواہی دیتی ہیں کہ جس خون نے آج سے ڈیڑھ سو سال قبل انہیں سرخی عطا کی تھی وہی ہے کہ جس نے ہند میں اسلام کے پودے کو سینچا ہے۔ بالاکوٹ کی فضا اس کے کانوں میں سرگوشی کرے گی کہ اس کے سہمے سہمے سکوت میں درختوں کے جھنڈ تلے جو چند نفوس آرام کر رہے ہیں وہی ہیں کہ جو ''ہند میں سرمایۂ ملت کے نگہباں'' بنے وہی ہیں کہ جو ہار کھا کر جیتے جن کی شکست میں کامرانی پوشیدہ تھی جن کی شہادت میں حیاتِ جاوداں مسکرا رہی تھی۔ وہی ہیں کہ جو اس کامیابی کو حاصل کر گئے کہ جس سے بڑی کامیابی اور کوئی نہیں۔ (بحوالہ سورۂ آلِ عمران آیات ۱۶۹ تا ۱۷۱)

تنظیمی اطلاعات

☆ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے امیر جناب شاہد اسلم کو تنظیم اسلامی کے مرکزی دفتر میں شعبہ دعوت و تربیت کے نائب ناظم کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔

☆ جناب شاہد رضا کو حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے ناظم کی حیثیت سے حلقہ کے تنظیمی و دعوتی امور کی نگہداشت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔

انتقالِ پرملال

اسرہ گارڈن ٹاؤن تنظیم اسلامی لاہور شرقی کے رفیق جناب عرفان طاہر کے والد محترم بروز منگل انتقال کر گئے۔ رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

میں بھی حاضر تھا وہاں......

ریفرنڈم کے بعد ایک ''نیا'' مشرف نمودار ہوگا O شیخ رشید

اقبال پیر و ملا' سلطان و سرمایہ دار کے گٹھ جوڑ کے زبردست نقاد تھے O خالد علوی

حکومت اسلامی قوتوں کو راہ راست پر لانے کی آڑ میں سیکولرازم کو فروغ دے رہی ہے O سرتاج عزیز

موجودہ حکمرانوں نے ملک پر امریکی امپیریلزم کو مسلط کر دیا ہے O حنیف رامے

مرکزیہ مجلس اقبال کے زیر اہتمام منعقدہ تقریب کا آنکھوں دیکھا حال

—— نعیم اختر عدنان ——

مرکزیہ مجلس اقبال سال میں دو مرتبہ مفکر و مصور پاکستان کی قومی و ملی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے نہایت فکر انگیز تقاریب منعقد کرتی ہے۔ اس مرتبہ علامہ کے یومِ وفات کے حوالے سے منعقدہ تقریب اپنے آغاز سے قبل ہی بدنظمی کا شکار ہوگئی۔ اس کا سبب مسلم لیگ کے رہنما میاں محمد اظہر کے حامی تھے جنہوں نے اچھی بھلی اور سنجیدہ تقریب کو کسی تھیٹر کے متعفن ماحول میں بدل دیا۔ بزعم خویش مستقبل کے وزیر اعظم میاں محمد اظہر کے سینکڑوں معتقدوں نے الحمرا ہال کو پوری طرح یرغمال بنا رکھا تھا۔ بے ہنگم نعرہ بازی اور ہلڑ بازی کا یہ سلسلہ کم و بیش پروگرام کے آخر تک جاری رہا۔ ہماری دانست میں اس کا ایک نقد فائدہ بھی ہوا اور وہ یہ کہ میاں اظہر کی متوقع وزارتِ عظمیٰ سے پہلے ہی ان کی ''گڈ گورننس'' ظاہر ہوگئی۔

تقریب کے سب سے پہلے مقرر مسلم لیگ کے رہنما اور ''فرزند راولپنڈی'' شیخ رشید تھے۔ انہوں نے کہا کہ سب لوگوں کو یہ نوشتہ دیوار غور سے پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ ریفرنڈم کے بعد قوم کے سامنے ایک ''نیا'' مشرف نمودار ہوگا۔ پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی نے عالمانہ اور فکر انگیز خطاب کیا۔ ان کی تقریر کا ماحاصل یہ تھا کہ علامہ اقبال فردکی خودی کے علمبردار تھے اور پیر و ملا' سلطان و سرمایہ دار کے گٹھ جوڑ کے زبردست نقاد تھے۔ آج مفکر پاکستان کی تمناؤں اور آرزوؤں کا خون کر کے دو قومی نظریئے کی بنیاد پر قائم ہونے والے ملک کو سیکولر ریاست میں تبدیل کرنے کے شرمناک منصوبے پر پوری ڈھٹائی سے کام کیا جا رہا ہے۔ علامہ اقبال کے پوتے جناب منیب اقبال نے نوآموز مقرر کی حیثیت سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے قائداعظم اور علامہ اقبال کے راستے کو ترک کر رکھا ہے۔ جب تک ہم بانیانِ پاکستان کی متعین کردہ منزل کو اپنا مقصد قرار نہیں دیتے' قیامِ پاکستان کے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے۔ سابق سیکرٹری خارجہ جناب اکرم ذکی نے کہا کہ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ درحقیقت نظریہ پاکستان سے کھلم کھلا انحراف اور بغاوت ہے۔ انہوں نے ''آمریت مردہ باد'' اور ''جمہوریت زندہ باد'' کے نعرے لگوائے۔

جناب سرتاج عزیز نے کہا کہ علامہ اقبال عہدِ حاضر کے واحد دانشور' فلسفی اور شاعر ہیں جنہوں نے اپنی تحریروں سے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ مشرف حکومت نے اسلامی قوتوں کو راہ راست پر لانے کی آڑ میں سیکولرازم کا پرچم بلند کر رکھا ہے' جسے خاک میں ملانا ہوگا۔ جناب حنیف رامے نے کہا کہ شاعرِ مشرق کے افکار سے قوم نے انگریزوں اور ہندوؤں کی مشترکہ غلامی سے بیک وقت نجات حاصل کر لی مگر موجودہ حکمرانوں نے فرعونِ وقت کو اڈے فراہم کر کے ملک پر امریکی امپیریلزم کو مسلط کر دیا ہے۔

تقریب کی صدارت سابق صدر جناب فاروق احمد خان لغاری نے کی۔ انہوں نے بتایا کہ اقبال نے اپنے پیغام کا ماخذ سورۃ الحشر کی آیت ۱۹ کو بنایا ہے کہ: (ترجمہ) ''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا' پس اللہ نے انہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا۔'' بقول علامہ اقبال ''جو شخص اپنے خالق و مالک کی پہچان نہیں رکھتا' وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔'' لغاری صاحب نے کہا کہ اس وقت اسلامی دنیا' عالم کفر کے لئے لقمۂ تر بن چکی ہے۔ اس صورتِ حال سے نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہر شخص انفرادی سطح پر اپنی غلطیوں کو تسلیم کر کے اللہ کی جناب میں توبہ کرے تاکہ ہمارے قدم اصلاح و ترقی کی جانب بڑھ سکیں۔ ہم قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کے فرض سے قومی سطح پر غفلت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ انہوں نے مغربی اقوام کے تعصب کا بطورِ خاص تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ علامہ اقبال بجا طور پر نوبل انعام کے حقدار تھے مگر محض مسلمان ہونے کی وجہ سے انہیں اس سے محروم رکھا گیا۔ جناب میاں محمد اظہر نے اپنے خطاب کے آغاز میں علامہ اقبال کے افکار و خیالات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ بعد ازاں انہوں نے میاں نواز شریف کا نام لئے بغیر انہیں زبردست ہدفِ تنقید بنایا۔ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک نے کہا کہ دین' حرکت و انقلاب کا دوسرا نام ہے۔ علامہ اقبال نے جمود کے شکار مسلمانوں کو بیداری کا پیغام دیا۔

محترم مجید نظامی پورا وقت سٹیج پر موجود رہے۔ ان کے ''ضبطِ سخن'' کا اعتراف نہ کرنا بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ بدنظمی اور بدمزگی کے باوجود یہ تقریب نہایت فکر انگیز تھی۔

شہدائے بالاکوٹ کی یاد میں

قاضی عبدالقادر

اے دلِ بیتاب ٹھہر!

اُجڑا اُجڑا ہے چمن
جلتے ہیں کوہ و دمن
ارضِ بالاکوٹ میں
ہے جو شہیدوں کا وطن
پھر رہا ہوں آج میں
دل کی ویرانی لئے
دیکھتا ہوں ہر طرف
اک فسردہ سا سماں
کہہ رہا ہو جو زبانِ حال سے
عشق کی وہ داستاں
وہ داستاں
بخشا ہے جس نے اسے
اک شعورِ جاوداں
حق و صداقت کا نشاں
آج میں......!
پھر رہا ہوں دل کی ویرانی لئے
ارضِ بالاکوٹ میں
اے ارضِ بالاکوٹ سن!
ہے امانت تیرے پاس
میرے شہیدوں کا لہو
لہو......!
کہ جس نے بخشی ہے ہر دور میں
تابندگی میری ملت کو
اک زندگی میری ملت کو
لہو کہ جس سے امت کی بندگی عبارت ہے
لہو کہ جس سے میرے رب کی بندگی عبارت ہے
جب بھی بہا ہے یہ لہو
یہ گرم گرم لہو
مل گئی حیاتِ نو
کربلا تا بالاکوٹ
امتِ رسولؐ کو
ہاں' ارضِ بالاکوٹ سن!
سو رہا ہے تیرے پاس
تیرے پاس دیر سے
وہ مجاہدِ کبیر
عشق جس کا بے نظیر
نالۂ شب کا سفیر
باوفا و باضمیر

عہد کے طاغوت سے
باغی رہا جس کا خمیر
سو رہا ہے تیرے پاس
تیرے پاس دیر سے
وہ قلندرِ حسیں
اک خدا کے سوا
جھکتی نہ تھی جس کی جبیں
وہ بندۂ حق پرست' وہ مجاہد باصفا
عشق کی وادی میں سر اپنا کٹا کر چل دیا
اور لہو گرا دیا
بہا دیا اپنا لہو
اپنا گرم گرم لہو
تیرے کوہسار میں
اپنا لہو بہا دیا
جان دے کر وہ خدا کی راہ میں
جان وہ جو دی ہوئی خدا کی تھی
اک امانت اس کے پاس
موت کو سکھلا کے اندازِ حیات
اک حیاتِ جاوداں وہ پا گیا
اور سبق یہ دے گیا
''شہید کی جو موت ہے' وہ قوم کی حیات ہے''
اے سرزمینِ بالاکوٹ
ذرہ ذرہ سے ترے
کیوں مجھ کو پیار آتا ہے
ذرہ ذرہ سے ترے
کیوں خوشبو سی چلی آتی ہے
لہو کی خوشبو
میرے محبوب کے لہو کی خوشبو
ذرہ ذرہ یہ ترا
ہے تاج محل میری امیدوں کا
اور میرے ارمانوں کا شالامار ہے
جی چاہتا ہے چوم لوں
ذرہ ذرہ ایک تیرا
اور خوشبو کو اس کی
حرزِ جاں بنا کر رکھوں
دل کے نہاں خانہ میں مہمان بنا کر رکھوں
عشق کی معراج کا نشان بنا کر رکھوں
روزِ محشر کے لئے سامان بنا کر رکھوں

اے دلِ بیتاب ٹھہر!
آ رہی ہے کچھ صدا
کہہ رہا ہے ذرہ ذرہ وادی و کوہسار کا
جس صداقت کے لئے
سر کٹایا
لہو گرایا
چند دیوانوں نے اس وادی و کوہسار میں
وہ سربلندیٔ ملت کا نشاں بن تو جائے
وہ لہو رنگ تو لائے
قسم ہے...... تیری قسم!
اے صداقتِ حسیں
اٹھیں گے پھر اک بار
غازیانِ باوفا' قطار اندر قطار
پھر نکل آئیں گے کچھ دیوانے اور
کچھ فرزانے اور
تاریخ پھر دہرائے گی گزری ہوئی وہ داستاں
پھر لہو گرے گا
پھر سر کٹے گا
پھر ملت کا چمن شاداب ہوگا
پھر امت کا گلشن آباد ہوگا
گونج اٹھے گی یہ فضا
پھر نعرۂ تکبیر سے
نعرۂ توحید سے
گونجے گی ساری کائنات
ٹوٹیں گے سارے سومنات
پھر بہار آئے گی
پھر گل کھلیں گے
طلوع ہوگی پھر ایک نئی صبح
وہ حسین صبح
جس کا انتظار تھا' جس کا انتظار ہے
وہ آئے گی
کوثر و تسنیم کے دھاروں کو لئے
میری ملت کے مقدر کے ستاروں کو لئے
پھر منور ہوگی وادی' ارضِ بالاکوٹ کی
اور چھٹ جائیں گی تاریکیاں
ارضِ بالاکوٹ میں
پھر رہا ہوں آج میں
دل کی ویرانی لئے

(شائع شدہ: میثاق' مئی ۱۹۷۷ء)

ریاستِ پاکستان کی ناکامی میں خواتین کا کردار!

رعنا ہاشم خان

''ندائے خلافت'' کے حالیہ پانچ شماروں میں جناب مرزا ایوب بیگ کا مضمون ''ریاستِ پاکستان کی ناکامی کا ذمہ دار کون؟'' قارئین نہ صرف پڑھتے رہے بلکہ مصنف کی جانب سے اس مضمون کی پہلی اور آخری قسط میں قارئین کو یہ فیصلہ کرنے کی دعوت بھی دی گئی کہ ریاستِ پاکستان کی ناکامی میں کون کس قدر ذمہ دار رہے۔ چونکہ پاکستان کی تاریخ میں ایسی کئی خواتین موجود رہیں اور ہنوز موجود ہیں جو نہ صرف اقتدار تک پہنچیں بلکہ ملک کے صدر یا وزیرِ اعظم کی اہلیہ ہونے کے باعث ''بلا لحاظِ صلاحیت'' بیٹھے بٹھائے خاتونِ اوّل بن بیٹھتی ہیں لہٰذا میں ان خواتین کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی۔

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

''وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنے اقتدار کا مالک عورت کو بنالیا۔''

ہم نے اس ارشادِ گرامی سے مکمل پہلوتہی کرتے ہوئے وزارتِ عظمٰی کے منصب پر بے نظیر کو فائز کیا۔ کئی دیگر وزارتیں بھی خواتین کو دی جاتی ہیں۔ اب یہ اور بات ہے کہ ان خواتین نے قوم وملت کی فلاح کے بجائے فیشن شوز' این جی اوز اور اپنے ظاہری دکھاوے کی فوز وفلاح پر زیادہ توجہ دی۔ وطنِ عزیز میں جو خاتونِ اول انتہائی مشہور ہوئیں' وہ سکندر مرزا کی اہلیہ ناہید سکندر مرزا تھیں۔ سکندر مرزا ۱۹۵۵ء سے ۱۹۵۸ء تک صدرِ پاکستان کے عہدے پر فائز رہے۔ ان تین سالوں کے دوران خاتونِ اوّل کی زیرِ نگرانی ایوانِ صدر میں ہر رات میوزک پارٹی کا اہتمام ہوا کرتا تھا اور ناہید سکندر مرزا کی زندگی کا ایک ہی نصب العین رہ گیا تھا کہ وہ سب سے زیادہ حسین اور خوش لباس خاتون کے طور سے یاد رکھی جائیں۔ یہ ''سب سے زیادہ حسین اور خوش لباس خاتون'' اپنے شوہرِ نامدار کی معزولی کے بعد لندن میں ہائیڈ پارک کے نزدیک ایک معمولی اپارٹمنٹ میں کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوئیں۔

انسانوں کی دو قسمیں ہیں: نیک اور بد۔ لیکن وطنِ عزیز پاکستان کے لئے بے نظیر بھٹو بدترین ثابت ہوئیں۔ سیکولر ذہنیت کی مالک اس خاتون کے تعلقات جب اپنے گھرانے کے ساتھ کبھی خوشگوار نہیں رہ سکے تو بھلا وہ ملک کو خوشحالی کی راہ پر کیونکر گامزن کرا سکتی تھیں! لہٰذا تسبیح اور دوپٹے والی یہ ستی ساوتری اس تیزی سے بھاگیں کہ آصف زرداری کو پاکستان ہی میں چھوڑ گئیں۔ اقتدار کھونے کے بعد امریکہ اور برطانیہ کے درمیان معلق بے نظیر نے تیسری مرتبہ اقتدار حاصل کرنے کے لئے امریکہ کو یہ یقین دہانی کرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے کہ پاکستان کے دینی مدارس میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے اور پاکستان کی سالمیت کو مذہبی جماعتوں سے خطرہ ہے' لہٰذا اگر واشنگٹن بی بی بے نظیر کو ایک موقع اور دلوا دے تو وہ واشنگٹن کی خواہشات کے عین مطابق ان جماعتوں کی تقدیر کا فیصلہ کریں گی۔ انہوں نے بارہا امریکہ آ کر پاکستان کے نیوکلئیر دھماکوں کی مخالفت کی اور سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے معاملہ میں ہمیشہ پاکستان کے موقف پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔ ان کی ہر ہر تقریر اور امریکی میڈیا کو دیئے گئے انٹرویوز اپنی تعریف اور وطنِ عزیز کی برائی پر مشتمل ہوتے ہیں۔

میڈم بھٹو کی پولیٹکل سیکریٹری ناہید خان کے کرتوتوں سے پوری قوم واقف ہے۔ ان ہی کے دور میں شہرت پانے والی پاکستان ٹیلیویژن کی سابقہ مینیجنگ ڈائریکٹر رعنا شیخ' سابقہ سکریٹری مس سلمٰی وحید اور پی پی پی کی loyalist پروین قائم خانی پر نہ صرف کرپشن بلکہ را کی ایجنٹ ہونے کے بھی الزامات ہیں۔ امریکہ میں پاکستان کی سفیرہ ملیحہ لودھی بھی ان کی اور جنرل مشرف کی مشترکہ پسند ہیں۔ گیارہ ستمبر کے بعد سے اب تک پاکستانی کمیونٹی کئی مرتبہ ان سے فریاد کر چکی ہے کہ امریکی حکومت کو ہماری مشکلات سے آگاہ فرما کر اس کا کوئی حل تجویز فرمائیں مگر ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اپنے لباس اور انداز سے وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا امیج مکمل طور پر بگاڑ چکی ہیں۔ جس طرح بے نظیر بھٹو اپنے انٹرویوز کی اشاعت کے لئے ٹائم سمیت دیگر کئی امریکی جرائد کے صفحات حکومتِ پاکستان کے فنڈ سے خریدتی تھیں وہی مشغلہ محترمہ سفیرہ صاحبہ کو بھی انتہائی مرغوب ہے۔ اقوامِ متحدہ میں پاکستانی مشن کی پریس قونصلر مسز رضوان خان پاکستان کے خلاف منفی رپورٹنگ کا تدارک کرنے میں ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ مذکورہ خاتون نے اپنے آپ کو ایسے جرائد تک محدود کر لیا ہے جو صرف ان کے انٹرویوز اور تصاویر شائع کرتے ہیں۔ وہ اقوامِ متحدہ کے معاملات پر کوئی توجہ نہیں دیتیں بلکہ اپنا زیادہ تر وقت شکاگو میں مقیم اپنے بیٹوں کے ساتھ سیر وتفریح میں گزارتی ہیں جبکہ ان کا دفتر نیو یارک میں ہے۔ اقوامِ متحدہ میں مستقل مندوب شمشاد احمد نے کہا ہے کہ یہ خاتون پاکستان کی پبلسٹی میں قطعاً ناکام رہی ہیں۔ حقیقتاً نہ صرف یہ خاتون بلکہ اس قبیل کی تمام خواتین پاکستان کے حوالے سے وہ تصور متعارف کرانے میں کلی طور پر ناکام رہی ہیں جو ملت کے پاسباں محمد علی جناح نے پیش کیا تھا۔ چند ہفتے پیشتر وفاقی وزیرِ تعلیم زبیدہ جلال واشنگٹن کے دورے پر تشریف لائی تھیں۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو سر سے پاؤں تلک ایک بڑی سی چادر میں ملفوف رکھتی ہیں لیکن دورۂ واشنگٹن کے موقع پر ان کی جو تصاویر شائع ہوئیں ان میں وہ کولن پاؤل کے ساتھ ہاتھوں میں ہاتھ دیئے کھڑی تھیں۔ چادر میں لپٹے ہوئے وجود کے ساتھ مصافحہ آمیز یہ تصاویر کون سے پاکستان کی نمائندگی کر رہی ہیں اور خود وفاقی وزیرِ تعلیم قوم کو کس قسم کی تعلیم دے رہی ہیں؟ عطیہ عنایت اللہ کا لباس بھی یہاں کے پاکستانی حلقوں میں تنقید کا نشانہ بنتا ہے کہ ان کے لباس سے آٹا بخوبی چھانا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کئی پاکستانی سوشل ورکرز اور این جی اوز کی کرتا دھرتا جو خواتین کی بہبود کے بہانے فنڈ جمع کرتی ہیں اور ہر چھ مہینے کے بعد شاپنگ کے لئے نیو یارک کا رخ کرتی ہیں' ان تمام عوامل کے شانہ بشانہ ہیں جنہوں نے ریاستِ پاکستان کو ناکامی سے دوچار کرنے میں اپنے اپنے حصے کا کیک کاٹا۔ حکومت وسیاست میں عدم دلچسپی کی حامل ان خواتین کی صرف ذاتی مفادات کی خاطر کی گئی کاوشیں' فضول خرچی کی عادتیں اور ملک وملت کے لئے کسی بھی قسم کے جوش و جذبے کا فقدان بھی ریاستِ پاکستان کی ناکامی کی ٹھوس وجوہات میں شامل ہیں۔

ضرورت رشتہ

طور پر مستحکم' اوسط عمر کے ایک ہومیو فزیشن کو عقد ثانی کے لئے مطلقہ یا کنواری لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکی اور اس کے خاندان کا تنظیم اسلامی سے وابستہ ہونا ضروری ہے۔

برائے رابطہ: ڈاکٹر جاوید معرفت تنظیم اسلامی حلقہ سرحد (شمالی) دفتر نمبر 4' دوسری منزل' کینٹ پلازہ' نوشہرہ صدر۔

فون: 610250 (0923)

تنظیمی اطلاع

تنظیم اسلامی فیصل آباد (غربی) کے امیر جناب غلام اصغر صدیقی کے چکوال منتقل ہو جانے کے باعث نائب امیر تنظیم اسلامی نے اس منصب پر جناب محمد فاروق کا تقرر کیا ہے۔

''ہمیں اپنی ترجیحات کو بدلنا اور معاشی و سیاسی انصاف کو اپنانا ہوگا''

معروف صحافی ارشاد احمد حقانی کی گفتگو

بسلسلہ تنظیم اسلامی لاہور کی صحافیوں سے رابطہ مہم

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے تحت گزشتہ چند ماہ سے سینئر صحافیوں کے ساتھ رابطے کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ اس حوالے سے گزشتہ ہفتہ ملک کے نامور صحافی جناب ارشاد احمد حقانی سے ملاقات کی گئی۔ تنظیم اسلامی کے وفد کی قیادت حلقہ لاہور کے امیر جناب مرزا ایوب بیگ کر رہے تھے۔ ملاقات طویل' بھرپور اور دلچسپ رہی۔

حقانی صاحب سے جب پوچھا گیا کہ کیا یہ محض اتفاق ہے یا کسی خصوصی منصوبہ بندی کا نتیجہ کہ اس خطے میں انتہائی اہم واقعات کے رونما ہوتے وقت پاکستان میں فوجی حکومت رہی ہے..... جیسے پاکستان دولخت ہوا تو جنرل یحیٰی حاکم تھے' سوویت یونین ٹکڑے ٹکڑے ہوا تب جنرل ضیاء کے ہاتھ میں عنان حکومت تھی اور جب امریکہ افغانستان پر حملہ آور ہوا تو جنرل مشرف پاکستان کے چیف ایگزیکٹو تھے..... تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ یقیناً اتفاق ہے۔ انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ پاکستان میں حکومت تبدیل ہونے کے بعد امریکہ نئے حکمران سے ڈیل کر لیتا ہے' پہلے سے کوئی منصوبہ بندی نہیں ہوتی۔ نواز شریف کو برطرف کرنے پر جنرل مشرف' امریکہ کی ناپسندیدہ شخصیت تھے لیکن انہوں نے امریکہ کو یقین دہانی کرا دی کہ اس کے مفادات کا تحفظ کیا جائے گا۔ جناب ارشاد احمد حقانی نے بتایا کہ وہ پچھلے اڑھائی سال سے جنرل مشرف کی حمایت کر رہے تھے لیکن اب ریفرنڈم کے مسئلہ پر ان کی شدید مخالفت کر رہے ہیں' کیونکہ وہ شخصیت پرست نہیں بلکہ ایک اصول پرست صحافی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ریفرنڈم کے مسئلہ پر روبرو ملاقات میں انہوں نے جنرل مشرف پر زبردست تنقید کی تھی۔

نفاذ شریعت کے حوالہ سے اسلامی تحریکوں پر تنقید کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ لوگ محض اسلام کے ظواہر سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی پر زور دیتے رہتے ہیں جبکہ آج کے دور میں اصل حیثیت سیاسی اور معاشی نظام کی ہے۔ جناب مرزا ایوب بیگ کے اس سوال پر کہ کیا ایک اسلامی ریاست کے ہر مسلمان شہری پر یہ فرض نہیں کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرے' انہوں نے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ عورتوں کو لحافوں میں لپیٹ دینا اور انہیں گھر کی چار دیواری میں مقید کرنا اسلام نہیں بلکہ دقیانوسیت کا مظہر ہے۔ ان کا نظریہ تھا کہ اسلام محض معاشی و سیاسی انصاف کا نام ہے اور اس معاملے میں یورپ ہم سے بہت آگے ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا اس سے یہ مراد لی جائے کہ اسلام آج کے دور میں ناقابل عمل ہے تو انہوں نے واضح طور پر اس کی تائید تو نہیں کی البتہ اپنے سابقہ مؤقف کو دہرایا کہ ہمیں آج کے دور کے ساتھ چلنا ہوگا اور زمینی حقائق کو سمجھنا ہوگا۔ اپنی ترجیحات کو بدلتے ہوئے اسلام کے معاشرتی نظام کی بجائے اس کے معاشی اور سیاسی انصاف کو اپنانا ہوگا۔ اس سوال پر کہ آیا اسلامی ریاست میں قرآن اور سنت کے منافی قانون سازی کی ممانعت نہیں ہونی چاہئے' انہوں نے مزاحیہ انداز میں کہا کہ یہ مولویانہ باتیں ہیں جن کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔

انہوں نے بڑے پُرجوش انداز میں جنرل مشرف کی افغان پالیسی کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ طالبان سے سنگین غلطیوں کا ارتکاب ہوا' اللہ کا شکر ہے کہ صدر مشرف نے عقل سے کام لیا اور پاکستان بچ گیا۔ طالبان کے پاس حکمت و دانش نام کی کوئی شے نہیں تھی۔ انہوں نے فخریہ انداز میں کہا کہ وہ جب کبھی کسی اسلامی تحریک کی محفل میں جاتے ہیں تو اس کے کارکنوں کو تحریک اور اس کی قیادت سے برگشتہ کر دیتے ہیں۔ انہوں نے بیگ صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ جس کام کے لئے وقت لگا رہے ہیں' اس پر غور کریں۔ انہوں نے امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا اور زوردار انداز میں پیغام دیا کہ وہ اسلام کے معاشرتی نظام کو اپنی ذات تک محدود رکھیں۔

امیر تنظیم تک جب یہ پیغام پہنچایا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی کچھ بھی کہے' ہم تو اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت سے بندھے ہوئے ہیں۔

(رپورٹ: وسیم احمد)

بقیہ : اداریہ

شریعت کو قائم و نافذ نہ کریں بلکہ اپنے عمل اور کردار سے اس امر کا ثبوت فراہم کریں کہ اللہ کا دین آج کے دور میں قابل عمل اور اس کی شریعت قابل نفاذ نہیں ہے تو پھر قانون الٰہی یہی ہے کہ ہم دنیا میں اللہ کے غضب کا نشانہ بنیں گے اور عذاب الٰہی کے سائے مسلسل ہمارے سروں پر منڈلاتے رہیں گے' تا آنکہ ہم اس جرم عظیم کی تلافی کا سامان نہ کر لیں۔

خلاصہ بحث یہ کہ دین و شریعت اگر کسی معاشرے میں قائم و نافذ نہ ہوں تو وہاں بسنے والے مسلمانوں بالخصوص دینی طبقات کی اہم ترین اور مقدم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ شریعت الٰہی کے نفاذ اور دین حق کے قیام کی سرتوڑ جدوجہد کریں۔ ایسے حالات میں اگر کوئی دینی جماعت غلبہ و اقامت دین اور نفاذ شریعت کی جدوجہد سے صرف نظر کرتے ہوئے کسی مخصوص فقہی مسلک کی دعوت لے کر اٹھے یا ''نہی عن المنکر'' سے گریز کرتے ہوئے محض وعظ و نصیحت ہی کو اپنا مقصود قرار دے بیٹھے یا تعلیم و تعلم اور علمی موشگافیوں ہی کو اپنی آخری منزل قرار دے کر یہ سمجھے کہ اس نے اپنا دینی فریضہ یا دینی ذمہ داری ادا کر دی ہے تو ایسی جماعت اور اس کے افراد یا تو کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں یا پھر خود فریبی کا شکار ہیں۔

تبدیل شدہ پروگرام تربیتی کورسز برائے ماہ جون۔ جولائی 2002ء

16 تا 22 جون 2002ء	ملتزم	دفتر حلقہ پنجاب شمالی اسلام آباد
23 تا 29 جون 2002ء	مبتدی	دفتر حلقہ پنجاب شمالی اسلام آباد
7 تا 13 جولائی 2002ء	مبتدی	قرآن اکیڈمی کراچی
(برائے رفقاء حلقہ جات سرحد شمالی و جنوبی)		
14 تا 20 جولائی 2002ء	مبتدی	میاندم
21 تا 27 جولائی 2002ء	ملتزم	میاندم
11 تا 17 اگست 2002ء	مبتدی/ملتزم	میاندم

کل نفس ذائقة الموت

امی کی یاد میں ——— جنہیں بھلایا نہ جائے گا

حفصہ فاروق' شارجہ

ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ کوئی آگے جا رہا ہے اور کوئی پیچھے اپنی باری کے انتظار میں بیٹھا ہے لیکن جانا تو سب کو ہی ہے۔ اس حقیقت کو تو ہم سب سمجھتے ہیں لیکن جب بھی انسان کی زندگی کا پہیہ اس کے قریب سے گزرتا ہے تو وہ چوکنا ہو جاتا ہے۔ آج کل میں بھی اسی دوراہے سے گزر رہی ہوں۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جس ہستی کی خدمت کو جنت کے دروازہ پر پہنچنا قرار دیا ہے' ہمارے لئے وہ ہستی اب نہیں رہی۔ میری ماں میرا سب کچھ' ہمیں چھوڑ کر اس دارفانی سے کوچ کر گئیں۔ ماں کیا چیز ہے؟ ماں کے اندر کیا کچھ سمیٹا ہوا ہے؟ ماں کے اندر کتنی محبتیں پروئی ہوئی ہیں؟ ماں نے کیا کچھ جھیل کر ہمیں پالا ہے؟ نہ جانے کتنی باتیں ہیں لیکن مجھ ناچیز کا قلم تو ان باتوں کا احاطہ بھی نہیں کر سکتا۔ تین حرفی لفظ: ماں۔ کتنا خوبصورت لفظ ہے یہ! کتنی مٹھاس ہے اس میں!!

میری ماں چلی گئیں۔ ہمیں اس دنیا میں چھوڑ گئیں۔ لیکن ہمیں اک اطمینان ہے۔ ایک سکون ہے۔ ایک بھرپور امید ہے۔ کس سے؟ رب العالمین کی ذات پاک سے۔ میری امی اسلامی تحریک کی فعال کارکن تھیں۔ وابستگی کو پچاس سال سے زائد ہو گئے تھے۔ یہ نصف صدی کا قصہ ہے' دو چار برس کی بات نہیں۔ امی نے ہر قدم' ہر لمحہ دین کی حفاظت کی' نہ صرف حفاظت بلکہ اللہ کے دین کو اللہ کی زمین پر پھیلانا اور قائم کرنا اپنی زندگی کا بنیادی مقصد بنا لیا' اپنا مشن بنا لیا۔ راستے میں آنے والے مشکل لمحات کو بڑے صبر کے ساتھ برداشت کرتی چلی گئیں۔ وہ ہر ایک سے کچھ نہ کچھ سیکھتی تھیں۔ ہمیں سکھاتی تھیں۔ ہم بچیوں کو پریشان دیکھتیں تو صبر کی تلقین فرماتیں۔ کہتی تھیں' ہر کام میں نیت خالصتاً اللہ کے لئے رکھو۔ دنیا سے نہیں' اللہ سے مانگو۔ اللہ کے لئے کرو گی تو وہی راستے آسان کر دے گا۔

اپنی آخرت کے لئے بڑی فکرمند رہتی تھیں۔ کبھی بے جا خرچ نہیں کرتی تھیں۔ بچوں میں انصاف قائم رکھتی تھیں۔ سب کو یہی سمجھاتی تھیں کہ دنیا کے لئے اپنی آخرت برباد نہیں کرنی چاہئے۔ لوگوں کو اپنی دنیا کی فکر ہوتی ہے کہ بڑے بڑے کشادہ گھر بنوا لیں' پھر اس گھر میں آسائشوں بلکہ تعیشات کا اک اک سامان بھر لیں..... لیکن پیاری امی کو معلوم ہے فکر کس بات کی تھی! ۶'۵ سال قبل ہی گھر کے ایک حصے کو ایسا بنوا گئیں کہ وفات کے بعد انہیں اس جگہ غسل دیا جائے۔ کہتی تھیں' ہمیں نہیں پسند کہ لوگ گھر تو بنوا لیتے ہیں لیکن اپنے آخری غسل کے لئے کوئی فکر نہیں کرتے۔ کھلی جگہوں پر چادریں باندھ باندھ کر غسل دیا جا رہا ہوتا ہے۔

کتنے ہی لوگوں کی امانتیں ان کے پاس تھیں' کتنے ہی لوگوں نے ان سے قرض لیا ہوا تھا لیکن مجال ہے کہ کوئی اک پیسہ ادھر سے ادھر ہوا ہو یا ان کی ڈائری میں حساب لکھا ہوا نہ ملا ہو۔ اپنے تکیہ کے نیچے کاغذ کی چٹیں پھاڑ کر قلم اور ربر بینڈ رکھا کرتی تھیں۔ جہاں کسی کی امانت آئی یا اپنے ہی پیسے یا بچوں کے پیسے رکھنے ہوتے تو فوراً حساب لکھا' رقم رکھی' بینڈ چڑھایا اور اپنی خصوصی الماری میں رکھ دیا۔ جماعت کی رقومات' صدقات و زکوٰۃ کے پیسے بھی اسی طرح رکھے ہوئے تھے۔ امی کی ڈائریاں تو ایسی ہیں کہ ہم بہن بھائی ان کی چھوڑی ہوئی مادی چیزوں کے مقابلے میں علمی' ادبی و دینی چیزوں کے خواہاں تھے۔ اچھے اشعار سے شغف تھا جو ان کی ڈائریوں میں لکھے ہوئے تھے۔ روزانہ کی ڈائری تحریر کرتی تھیں۔ قرآن واحادیث کا جو مطالعہ کرتی تھیں' اس کی خاص خاص باتیں ڈائریوں میں درج ہیں۔ آخری دنوں میں تو اپنے اشعار بھی لکھنے لگی تھیں۔ روزانہ پابندی سے اخبارات' رسائل وجرائد اور لٹریچر تفصیل سے پڑھتی تھیں اور ضروری نوٹ ڈائری میں لکھتی جاتی تھیں۔ پھر ان کا قرآن پاک کا نسخہ (مولانا مودودی کا ترجمہ مع حاشیہ) جس کو لینے کے لئے ان کا ہر بچہ بے چین تھا۔ کیوں؟ وہ کوئی خوبصورت صفحوں یا جلد والا نہیں تھا' بلکہ اس کے ہر صفحہ پر امی کے ہاتھوں کا کچھ نہ کچھ لکھا ہوا تھا' دل کو لگنے والی آیات کے ترجمے کے آگے ✓ کا نشان لگا ہوا یا آخرت کی طرف متوجہ کرنے والی آیات کے آگے ✓ کے نشانات' پھر ہر سورت کے شروع میں اس کی اہمیت اور زمانہ نزول لکھا ہوا۔ جگہ جگہ جہاں حفظ کیا ہوا تھا' تاریخ کے ساتھ لکھا ہوا کہ یہ ہمیں حفظ ہے۔ جہاں بچپن میں یاد کیا ہوا تھا وہاں یہ تحریر تھا کہ پہلے سے اتنا یاد کیا ہوا ہے۔ کیا ہی خوب ہے میری ماں کا قرآن کا نسخہ! ہر بچہ کو یہ فکر تھی کہ ہم جب قرآن پڑھیں گے تو یقیناً امی کے لگائے ہوئے نشانات کو بغور پڑھ کر اپنا جائزہ لیں گے۔ الحمدللہ کہ امی کا ہر بچہ نیکوکار' عبادات کا پابند' دین کا داعی اور صالح کردار والا ہے اور ان شاء اللہ ان کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔ آخر وقت کو آسانی' ایمان پر موت اور بغیر محتاجی کی ہمیشہ دعا مانگا کرتی تھیں اور الحمدللہ ویسے ہی گئیں۔ منہ پر کلمہ' باحجاب' ہر کام اپنے ہاتھوں سے منٹوں کے اندر انجام دے کر اللہ کے حضور پہنچ گئیں۔ انا لله وانا اليه راجعون. اللهم اغفرلها وارحمها وادخلها في رحمتك وحاسبها حسابا يسيرا. اللهم نور مرقدها ويسر منزلها وادخلها في الصالحين.

یہ تو چند احساسات تھے جو دل کو جوڑ کر جلدی جلدی میں لکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ لکھنے کا مقصد یہی ہے کہ انسان موت کے نزدیک سے نزدیک تر پہنچ رہا ہے لیکن اپنے آپ کو بہت دور سمجھ رہا ہے۔ ہماری امی نے الحمدللہ تمام بچوں کو نیکی کی تعلیم دنیا میں بھی دی اور آخر میں جا کر بھی دکھا دیا کہ دیکھو بچو' موت سے ایسے ہمکنار ہوتے ہیں۔ اب ہم اپنی باری کے انتظار میں ہیں کہ کب کس کی کس حال میں موت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی موت آسان بنائے' ایسی آسان کہ آگے کے مراحل کی بھی تیاری کی ہوئی ہو اور یہ دنیا جو کہ محض اک مسافر خانہ ہے اس کے لئے ہماری کوششیں صرف اتنی ہی رکھ دے جتنا یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لئے بھی اتنی ہی تیاری کرنے والا بنا دے جتنا وہاں کی ضرورت ہے۔

اے اللہ تعالیٰ ہماری ''ماں'' کو علیین میں شامل کرنا' انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرنا۔ دنیا میں ان کے لئے سینکڑوں لوگوں نے گواہی دی کہ وہ مومنین میں سے تھیں' صالحین میں سے تھیں' قانتین میں سے تھیں۔ یا ارحم الراحمین! ان کی نیکیوں کو قبول فرما اور کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ یہی ہماری تجھ سے فریاد ہے۔ امی کی ہر سال کی ڈائری کے شروع میں یہ دو اشعار ہوتے تھے جو آج بھی ہمیں تڑپا دیتے ہیں۔ کتنا سوز اور کرب ہے ان میں!

باہر سے تو پہلے کی طرح اب بھی ہوں سالم
لیکن میرے اندر کوئی غم ٹوٹ رہا ہے
کچھ سوکھے سے پتے تھے میری آخری پونجی
اور وہ بھی کہاں' آج بڑی تیز ہوا ہے

ڈائری کے شروع میں اکثر یہ شعر بھی لکھتی تھیں:

قبر کے چوکھٹے خالی ہیں انہیں مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر سجا دی جائے

تنظیم اسلامی کراچی (شرقی ۴) کا ماہانہ دعوتی اجتماع

یہ دعوتی اجتماع ۲۹ مارچ کو منعقد ہوا۔ اس میں حلقہ سندھ (زیریں) کے ناظم جناب انجینئر نوید احمد نے ''اسلام کیا ہے؟'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس کا آغاز انہوں نے سورۃ آل عمران کی آیت ۱۹ کی تلاوت سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت اسلام کو محض ایک مذہب کے طور پر مانتی ہے اور اسے صرف عقیدہ' عبادات اور رسومات تک محدود رکھتی ہے' جبکہ اسلام ایک مکمل دین ہے۔ انہوں نے کہا کہ اجتماعی معاملات کے حوالے سے دنیا کے تمام مذاہب خاموش ہیں' جبکہ اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی تعلیمات میں نہ صرف ایک فرد کے لئے ہدایات موجود ہیں بلکہ یہ پورے معاشرے کے لئے ضابطہ کار بھی فراہم کرتی ہیں۔ اجتماعی معاملات میں سیاست' معیشت اور معاشرت کے نظام شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام پر پوری طرح عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ ہی سے آج ہمارے ملک میں فرقہ واریت کا دور دورہ ہے۔ ہر دینی جماعت نے اپنے لئے اسلام کا ایک علیحدہ تصور قائم کر رکھا ہے۔ کسی کے نزدیک عقائد کی درستگی اہم ترین مسئلہ ہے' کوئی جماعت عبادات کی صحیح ادائیگی پر زور دے رہی ہے اور کسی کو غلط رسومات کے خاتمہ کی فکر ہے۔ ہمارے پاس قرآن مجید کی صورت میں ایک مکمل ضابطہ حیات موجود ہے لیکن اتنی بڑی نعمت کو صرف ایصال ثواب یا حصول برکت کے لئے پڑھا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں اسلامی قانون نافذ نہیں ہے' یہاں سودی کاروبار ہوتا ہے اور معاشرتی مساوات کا فقدان ہے۔ ان حالات میں ہم پر لازم ہے کہ اس باطل نظام کو بدلنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اپنے تن من دھن کے ساتھ کسی ایسی تنظیم میں شامل ہو جائیں جو یہ کام بہتر انداز میں کر سکتی ہو۔ اس فرض کو ادا کرنے کی صورت میں ہی ہم اللہ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں اور آخرت میں نجات پا سکتے ہیں۔

یہ پروگرام ٹھیک نو بجے شروع ہو کر تقریباً دس بجے ختم ہوا۔ اس میں رفقاء واحباب اور خواتین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ان میں سے اکثریت کے سامنے دین و مذہب کا فرق پہلی دفعہ واضح ہوا۔ (رپورٹ: نوید کاشفی)

تنظیم اسلامی فیصل آباد (غربی) کا تنظیمی و دعوتی پروگرام

یہ پروگرام ۱۵ اپریل کو بعد نماز مغرب تنظیم اسلامی فیصل آباد کے مرکزی دفتر میں منعقد ہوا۔ کارروائی کا آغاز راقم کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد جناب ملک احسان الٰہی نے ''دعوت دین کی اہمیت'' کے موضوع پر مفصل اور مدلل خطاب کیا' جس سے حاضرین کافی متاثر ہوئے۔ حلقہ پنجاب (غربی) کے امیر جناب محمد رشید عمر نے رفقاء کے ساتھ تنظیمی امور پر گفتگو کی۔ اس دوران ماہانہ اجتماع کو بہتر طور پر منعقد کرنے اور اس میں احباب کی شرکت کو سہل بنانے پر مختلف آراء کا اظہار ہوا اور اتفاق رائے سے بعض فیصلے کئے گئے۔ (رپورٹ: حافظ ارشد علی)

ہارون آباد میں ماہانہ شب بسری

یہ شب بسری ۱۲ اپریل کو ہارون آباد کے ایک گاؤں تھمن والی میں منعقد ہوئی' جس میں دس مقامی رفقاء نے شرکت کی۔ عصر کی نماز کے بعد جناب ذوالفقار علی نے ''ایمان'' کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اس کے بعد ساتھیوں نے پورے گاؤں میں گھر گھر جا کر لوگوں کو انفرادی طور پر دعوت دی کہ وہ مسجد میں آئیں اور اس پروگرام میں شریک ہوں۔

نماز مغرب کے بعد حلقہ بہاول نگر کے امیر جناب منیر احمد نے ''دینی فرائض'' پر ایک جامع خطاب کیا۔ اس کا دورانیہ تقریباً سوا گھنٹہ تھا۔ عشاء کے بعد جناب ذوالفقار علی نے ''عظمت قرآن'' جبکہ راقم نے ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' پر گفتگو کی۔ لوگوں نے اسے بہت پسند کیا۔

آرام کے وقفے کے بعد صبح سوا چار بجے تمام ساتھیوں کو جگایا گیا۔ جناب ذوالفقار علی نے تمام رفقاء کو مسنون دعائیں یاد کروائیں۔ نماز فجر کے بعد جناب محمد منیر احمد نے درس قرآن دیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ شب بسری اپنے اختتام کو پہنچی۔ اکثر لوگوں نے ایسا پروگرام ہر ماہ باقاعدگی سے منعقد کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تاہم فیصلہ کیا گیا کہ اس مقصد کے لئے ہر ماہ کسی مختلف گاؤں کا انتخاب کیا جائے گا۔ (رپورٹ: وقار اشرف)

تنظیم اسلامی لاہور (جنوبی) کے زیر اہتمام ماہانہ ''دعوت فورم''

ماہ مارچ میں اس پروگرام کا عنوان ''اسلام اور فرقہ واریت'' تھا جو ۲۹ تاریخ کو حلقہ پنجاب (وسطی) کے امیر جناب انجینئر مختار حسین فاروقی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔

کارروائی کا باقاعدہ آغاز جناب عمیر افضال نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ اس کے بعد جناب مولانا خورشید احمد گنگوہی نے حاضرین کے سامنے مسئلے کی اہمیت اور وجوہات بیان کیں اور اس کے تدارک کے لئے اتحاد بین المسلمین کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ جس طرح حضور ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز اس وقت کے ام الامراض یعنی شرک کے علاج ''توحید'' سے کیا' اسی طرح اس وقت امت مسلمہ کے لئے ام الامراض ''تفرقہ'' ہے جس کے لئے قرآن مجید کی طرف توجہ دینا نہایت ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت دنیا کی تمام قومیں مسلمانوں کے خاتمہ کا ہدف لئے متحد ہیں جبکہ دوسری طرف ہم اپنی بقا کے لئے اکٹھے ہونے کو تیار نہیں۔ جناب ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی نے کہا کہ ایک حدیث مبارکہ کی رو سے ''اختلاف میں رحمت ہے'' اور یہ ایک صحت مند معاشرے کی علامت ہے۔ لیکن اختلاف جب شدت اختیار کر جاتا ہے تو پھر مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ دراصل یہ ہمارے دشمنوں کی چال ہے کہ وہ ہمیں تفرقہ میں ڈال کر اپنا مقصد پورا کرنا چاہتے ہیں۔ آج عالم کفر محض نماز روزے کی تلقین کے لئے جمع ہونے والے سات لاکھ مسلمانوں سے تو کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا لیکن اگر اسے کہیں سات مسلمان مجاہدین کے روپ میں اکٹھے نظر آ جائیں تو وہ ان پر پل پڑتا ہے۔ چنانچہ ہمیں کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور متحد ہو کر عالم کفر کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ جناب محمد رمضان سلفی نے پرجوش اور مدلل انداز میں فرقہ واریت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے فرمایا کہ جب تک ہم محض رسومات اور فروعی معاملات کو کل دین سمجھتے رہیں گے' تفرقہ کا شکار رہیں گے۔ ہمیں اپنی انا کے بت کو توڑ کر اتحاد کی طرف قدم بڑھانے چاہئیں۔

صدر مجلس جناب انجینئر مختار حسین فاروقی نے اپنے خطاب میں کہا کہ تفرقہ سے نجات کا راستہ Let us agree on differences یعنی اختلافات پر متفق ہو جانے کے اصول پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ چاروں فقہی مسالک اجتہادی ہیں اور ایک حدیث کے مطابق اجتہاد میں صحیح نتیجہ اخذ کرنے والے کے لئے دوہرا اجر جبکہ غلط نتیجہ تک پہنچنے والے کے لئے ایک اجر ہے۔ تفرقہ کو ختم کرنے کے لئے صحابہ کرام بالخصوص سیدنا حضرت عثمانؓ کی زندگی ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ ۴۰ دن کے سخت محاصرے اور تکالیف کے باوجود آپ نے اپنے جاں نثاروں کو بلوائیوں کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانے کا حکم دیا' صرف یہ کہتے ہوئے کہ ''میری زندگی میں مسلمان باہم ایک دوسرے کا خون نہیں بہا سکتے۔'' آخر میں انہوں نے تفرقہ سے نجات کے لئے چند اہم نکات پیش کئے:

۱) دلیل و برہان کے ساتھ احسن طریقہ سے بات کی جائے اور مشترک باتوں پر کامل اتفاق پیدا کیا جائے۔

۲) قرآن کا مطالعہ عربی زبان کے فہم کے ساتھ یا کم از کم ترجمہ کے ساتھ کریں۔

۳) اختلافی امور پر محتاط اور شائستہ زبان استعمال کی جائے۔

اس پروگرام میں احباب کی تعداد معمول سے زیادہ رہی۔ (رپورٹ: عابد محمود)

تنظیم اسلامی ضلع باغ کی دعوتی سرگرمیاں

جناب خالد محمود عباسی نے جامع مسجد ملوٹ میں یکم مارچ کو ''وحدت امت'' کے موضوع پر ایک مفصل خطاب کیا۔ اپنی تقریر میں انہوں نے امت کے اتحاد و یگانگت کی اہمیت و ضرورت پر بھرپور طریقے سے روشنی ڈالی۔ آخر میں انہوں نے مفتی محمد شفیع کی کتاب ''وحدت امت'' کے حوالے سے گفتگو کی اور حاضرین کو تاکید کی کہ وہ اسے خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی اس کے مطالعے کی طرف راغب کریں۔ اس موقع پر کتاب کے کچھ نسخے تقسیم بھی کیے گئے۔

مقصد کے ساتھ سچی لگن اور اپنے فرائض کی بجا آوری ایک ''درست نصب العین'' کے حامل انسان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔ کچھ اسی طرح کا معاملہ جناب خالد محمود عباسی کا بھی ہے کہ شدید خرابیٔ صحت اور طویل سفری تھکان کے باوجود انہوں نے ۲۹ مارچ کو مرکزی جامع مسجد اہلحدیث' باغ میں ''امت مسلمہ کو دوبارہ عروج کیسے حاصل ہوگا؟'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ اس میں انہوں نے نہایت موثر' جامع اور منفرد انداز میں ''منہج انقلاب نبویؐ'' کے ذریعے امت کے دوبارہ عروج کو منسلک اور منطبق کیا۔ اس پروگرام کی شاندار کامیابی کے لئے تمام رفقاء تنظیم نے بالعموم اور مقامی امیر جناب زراب حسین عباسی نے بالخصوص محنت کی اور معاشرے کی اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیات کو زبانی اور تحریری طور پر دعوت پہنچائی۔ بعد نماز جمعہ بھی پروگرام میں لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ مقامی ہوٹل میں سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ مسجد کے باہر کتابوں کا سٹال بھی لگایا گیا تھا' جس میں تمام تحریکی و فکری لٹریچر شامل تھا۔ اس موقع پر بڑی تعداد میں لوگوں نے کتابچے خریدے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اقامت دین کی جدوجہد میں مصروف تمام احباب و رفقاء کو مزید ایمان حقیقی عطا کرے! (رپورٹ: عارف خان درانی)

بقیہ: تجزیہ

پر ہمارے ازلی دشمن کی کیل کانٹے سے لیس افواج موقع کی تلاش میں ہیں۔ اگر سیاسی عناصر اور فوجی حکومت میں تصادم ہوا تو دشمن یہ سنہری موقعہ کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ لہٰذا یوم ریفرنڈم کو اس لحاظ سے فیصلے کا دن بنائیں کہ اندرون ملک اتفاق اور اعتماد کی فضا پیدا کی جائے گی۔ مزید یہ کہ اتفاق اور اعتماد کی فضا پیدا کرنے کے لئے حق اختلاف احسن طریقے سے قائم رکھتے ہوئے ماضی کی دشمنیاں اور تلخیاں دفن کر دی جائیں گی۔ صدر محترم! اس دن کو یوں فیصلہ کا دن بنائیں کہ ہم دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں گے۔ آیئے آج کے دن فیصلہ کرلیں کہ ہم کٹ مریں گے لیکن پاکستان کی آزادی اور سلامتی پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ صدر محترم! پاکستان کو ناقابل تسخیر بنانے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ ہم آج کے دن فیصلہ کریں کہ جس نظریہ کی بنیاد پر پاکستان قائم ہوا تھا' اس نظریہ کو عملی جامہ پہنائیں گے۔ بہترین سے بہترین نسخہ بھی مریض کو اس وقت تک شفا نہیں دے سکتا جب تک وہ اسے استعمال نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے!

انتقالِ پُرملال

☆ تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر کے رفیق جناب محمد صادق کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی پشاور کے رفیق جناب حاجی خدا بخش کی والدہ انتقال کرگئی ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

تنظیم اسلامی لاہور

5 مئی بروز اتوار 11 بجے دن

ہمدرد سنٹر (لٹن روڈ) لاہور میں

محترم جناب **حافظ عاکف سعید** (نائب امیر تنظیم اسلامی)

کی زیر صدارت ایک سیمینار بعنوان

نظام خلافت میں مزدور کے حقوق و فرائض

منعقد کر رہی ہے۔

جس میں مندرجہ ذیل مقررین اظہار خیال فرمائیں گے:

☆ جنرل (ر) ایم ایچ انصاری ☆ جناب حنیف رامے

☆ جناب خورشید احمد ☆ جناب قیوم نظامی

☆ جناب مرزا ایوب بیگ

رفقاء و احباب سے شرکت کی درخواست ہے

المعلن: وسیم احمد (ناظم شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی لاہور)

میٹرک کے امتحانات سے فارغ طلبہ کے اوقات کا بہترین مصرف

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

191۔ اتاترک بلاک' نیوگارڈن ٹاؤن' لاہور۔ فون: 5833637

کے زیر اہتمام

اسلامک جنرل نالج ورکشاپ

7 مئی تا 8 جون 2002ء (تقریباً ایک ماہ)

اوقات: صبح 9:00 تا دوپہر 1.00 بجے روزانہ

مضامین:

1) تجوید و ناظرہ
2) مطالعہ قرآن حکیم
3) مطالعۂ حدیث
4) تعارف ارکان اسلام' مسائل نماز
5) کمپیوٹر EDP
6) بنیادی انگلش گرامر پر خصوصی لیکچرز

کورس کے اختتام پر کامیاب طلبہ میں اسناد تقسیم کی جائیں گی۔

ہاسٹل میں محدود سہولت دستیاب ہے۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کو شام کے اوقات میں بھی مصروف رکھنے کا اہتمام ہوگا۔ ان شاء اللہ

نوٹ: کورس فیس 300 روپے جبکہ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کیلئے زرِطعام 1000 روپے

[illegible]

المعلن: حافظ عاکف سعید' ناظم قرآن کالج' فون رابطہ: 5869501-03

should guide a model democratic system in which Parliament should have the right to Ijthihad for legislation and Supreme Court should decide in case the parliament crosses the limits of Ijthihad. Issues like federal or unitary, presidential or parliamentary system, two or one houses of national assembly and rights or authority among the provinces should be settled with consensus through a referendum. Political parties should be part of the proposed system but they should not be allowed to have any article in their constitution that may violate Islamic principles. Every adult should have the right to vote but candidates for elections should be properly screened to ensure their piousness. b. At the economic level,

Establishing an Islamic state is raison d'etre of Pakistan, if the capacity of its establishment is no longer there, then what else could we expect to work better? And for that question there is no answer.

a new system of market economy, based on ownership and open competition, should be established after abolishing interests. For justice and equality in the field of agriculture feudalism and absentee landlordism should be abolished. If agricultural land in Pakistan is Khiraji (common property), then it should be distributed among the farmers and tax should be collected to generate huge revenue and give public some relief from unnatural taxes. If this land is Ushri (private ownership), then according to Imam Shafi, Imam Malik and Imam Abu Hanifa's unanimous fatwa, Mazari'at (absentee landlordism) should be declared haram (forbidden) and land beyond one's tilling capacity should be distributed among landless. For social security, a complete system of Zakat should be established for providing basic necessities to deserving Muslim and non-Muslim citizens. c. At the social level, women should be provided equal but separate opportunities in education, economy, health and other sectors. Education up to primary level should be totally handed over to women workforce. Women only industrial units, markets and hospitals, etc. should be established where women would supervise and provide services to women alone. d. All religious parties should stop struggling for power, withdraw from politics and as a single group get engaged only in inviting people to good and forbidding from wrong. Their only demands should be: 1. Article 227 should be made part of the Objectives Resolution as article 2b to avoid making Islamic articles of the constitution ineffective; all restrictions on the functioning of Federal Shariat Court (FSC)should be removed, and terms of service and ranks of its judges be revised according to the status of High Court judges; Islamic Ideological Council should be abolished and its members should be inducted in the FSC for smooth transition to the Islamic law. 2. Interest and gambling-based programmes within the country should be abolished with immediate effect and the interest free schemes should be launched, as improvements can be made with the passage of time.

Serious national revolutions are usually about politics, government, privilege, unresponsiveness, and anger. This is exactly what is simmering - and periodically boiling - in Pakistan but the people see no alternative. This country's unique creation and traditions may make successful changes possible according to the above mentioned skeletal framework of an alternative system if religious leaders stop looking for power and army men stop playing with the national institutions and sentiments – sometimes in the name of Islam and sometimes in the name of secularism. Establishing an Islamic state is raison d'etre of Pakistan, if the capacity of its establishment is no longer there, then what else could we expect to work better? And for that question there is no answer.

بُرقع

طاہر قریشی

باعثِ افتخار ہے برقع　　عظمتِ روزگار ہے برقع!
اس سے آتی ہے بوئے عز و شرف　　یوں ہمیں سازگار ہے برقع!
باغِ عصمت کا ہے گُلِ رنگیں　　اور حیاء کی بہار ہے برقع!
لوحِ عصمت پہ ثبت اس کے نقوش　　رحمتِ کردگار ہے برقع!
اس سے مستور حسنِ نسوانی　　حسن کا رازدار ہے برقع!
اس سے قائم ہے جوہرِ عورت　　کتنا عصمت شعار ہے برقع!
اس سے حاصل ہے قلب کو تسکین　　قلب کا اک حصار ہے برقع!
جس کے دل میں کوئی قرار نہ ہو　　اس کے دل کا قرار ہے برقع!
حسنِ اخلاق کی حفاظت کو　　کس قدر بیقرار ہے برقع!

حیف! تہذیبِ مغربی کے طفیل
کس قدر ہم پہ بار ہے برقع

(مرسلہ: سید مظہر علی ادیب)

Vol:11 Regd.CPL No.127 No:17

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan2@tanzeem.org)

A Voice of Reason Amid Chorus of The Lambs.

"Go Musharraf." "Stay Musharraf." His "going" would let the greedy politicians complete their agenda of devouring the remaining assets of a helpless nation, and his "staying" would let the US complete its unfinished agenda. Confused between the two extremes, all we hear, from too many citizens, is: "The whole thing is hopeless and out of our hands. There's no way to get politicians to do what's needed to save the country."

The despair now cuts two ways. It pushes some voters into an apolitical lethargy, in which they turn their backs on national concerns and some into approving the wrong means with a hope to reach the right end. Instead of protesting, they silently approve tyranny, because they do not see any alternative. Protests from leaders of political and religious parties sound like a chorus of lambs, showing no direction, having no agenda and proposing no alternative system to replace the so far experienced unbridled, fruitless democracy and pure dictatorships - whitewashed with referendums and sham elections.

> Dr. Israr puts Islamabad on notice by sounding a reason amid the chorus of the lambs for immediate action, offering us a wide variety of remedies - some quasi-revolutionary, others more moderate, but all sure to be controversial due to our lack of understanding.

The hallmark of Pakistani politics is thus repeated ballot and barrel escapades to sweep out failed systems and create new ones. The overall result, however, remains the same for having little difference between the two. The chain of mini ballot and barrel revolutions may no longer occur. Feared and mostly hated by most of the citizenry, "Permanent Dictatorship" has dug in. Everyone realises the need that our ruling system must be purged and revitalised. Everyone looks forward to blue-print of a system, not to one-man-reforms revolving around giving one federal institution permanent role in politics, just because it has guns and tanks and the other institutions have not.

Last week, Dr. Israr Ahmad, came up with a unique skeleton of a governing model for political upheaval in the light of Islam. It is naïve on our part to assume that Islam gives us no guidelines for governance at a time when it is so concerned about guiding us on apparently petty matters, such as on how to brush our teeth. Dr. Israr puts Islamabad on notice by sounding a reason amid the chorus of the lambs for immediate action, offering us a wide variety of remedies - some quasi-revolutionary, others more moderate, but all sure to be controversial due to our lack of understanding.

Unlike Kunwar Idris in April 28 edition of Dawn, let's look at Dr. Israr's blueprint without any preconceived ideas about his personality, thoughts and "means to advertise his views." An objective analysis reveals that awareness of the re-emerging relevance of Dr. Israr's warnings and of Pakistan's need to reawaken the radical spirit of the Objectives Resolution has grown in the last few years. The overriding question of the day, with politics and government in such disarray, is elemental: can the nation rise to the challenge? Will future historians view the early 21st century Pakistanis as angry but helpless in the face of political, religious and military tyrants' dug in interests and the increasing inadequacy of the sham democracy? Or will the public, responding to the mystic chords of ancient Islamic governments and shrugging off the unnerving precedent of Khilafah's decline, somehow build the frame-work of yet another national renewal - a political and governmental update of the 1947 revolution for the independence of Pakistan.

Let's stop criticising dictatorship because any other federal institution could behave like armed forces if they had tanks and guns. Let's stop criticising politicians because any human being can be tempted to exploit weaknesses of the system as an opportunity. Let us stop criticising leaders of religious parties because they failed to fulfil their responsibility as religious leaders. To avoid risking the vote bank, leaders of the religious parties focused less on the problems in the society and more on trying to find faults with the government in a bid to make some space for themselves in the game of musical chair for power. Let's give all of them a final break and debate the proposed system for reaching a consensus.

> To avoid risking the vote bank, leaders of the religious parties focused less on the problems in the society and more on trying to find faults with the government in a bid to make some space for themselves in the game of musical chair for power.

Let's open the dirty doors of our perceptions. Let's not avoid meaningful debate about an Islamic system by giving a quick reference to the Taliban's government. Of course, it was an Islamic government, for Islamic Shariah was supreme law of the land. Nevertheless, for many reasons they could not establish a complete political, economic and social system according to Islamic injunctions - let alone harmonising them with the demands of modern times. They could achieve that as well, provided they had time to build on the initial work. Therefore, linking any discussion about Islamic system with the Taliban would be useless and irrelevant.

Let us debate if it is wrong to propose that: a. At the government level, sovereignty should belongs to Allah and Qur'an and Sunnah